ہم اُس کے ہیں

امجد اسلام امجد

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

غزلیں

سحر آثار

حد سے توقعات زیادہ کیے ہوئے ، ۲۱

در و دیوار ہیں، مکاں نہیں ، ۲۳

کوئی بھی لمحہ کبھی لوٹ کر نہیں آیا ، ۲۶

ہم تو اسیرِ خواب تھے تعبیر جو بھی تھی ، ۲۸

منظر کے اِرد گرد بھی اور آر پار دُھند ، ۳۰

اُداسی میں گھرا تھا دل چراغِ شام سے پہلے ، ۳۲

آنکھوں کا رنگ، بات کا لہجہ بدل گیا ، ۳۴

آنکھوں کو التباس بہت دیکھنے میں تھے ، ۳۷

ظاہر شمال میں کوئی تارا ہوا تو ہے ، ۴۰

اُلجھن تمام عمر یہ تارِ نفس میں تھی ، ۴۲

سب کی اک اوقات ، ۴۴

زمین جلتی ہے اور آسمان ٹوٹتا ہے ، ۴۶

کہتا ہے درپن ، ۴۸

کسی ترنگ، کسی سرخوشی میں رہتا تھا ، ۵۱

سب دیکھتے تھے اور کوئی سوچتا نہ تھا ، ۵۴

جب تک رستے جائیں ، ۵۶

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

گزرے کل سا لگتا ہو جو آنے والا کل ، ۵۹
خود اپنے لیے بیٹھ کے سوچیں گے کسی دن ، ۶۱
خواہش کی کسی موج کے ریلے میں رہیں گے ، ۶۴
دردِ دل کا جہاں رواج نہیں ، ۶۶
رات کی سیج خالی خالی ہے ، ۶۹
افلاک کا سایہ ہے جو کچھ بھی زمیں پر ہے ، ۷۱
کرتا ہوں جمع میں تو بکھرتی ہے ذات اور ، ۷۳
شمارِ گردشِ لیل و نہار کرتے ہوئے ، ۷۵
دو گھڑی دل کا حال سُنتا جا ، ۷۸
سا آئینوں میں عکس نہ ہوں تو حیرت رہتی ہے ، ۸۰
جو بھی اُس چشمِ خوش نگاہ میں ہے ، ۸۲
دل کو حصارِ رنج و اَلم سے نکال بھی! ، ۸۵

بارش کی آواز

جو دیکھنے کا تمھیں اہتمام کرتے ہیں ، ۸۸
حسابِ عمر کا اِتنا سا گوشوارہ ہے ، ۹۱
اے گردشِ حیات کبھی تو دکھا وہ نیند ، ۹۳
اہلِ نظر کی آنکھ میں تاج و کلاہ کیا ، ۹۵
عمر اِک خواب سجانے میں گئی ، ۹۸
کسی کی دُھن میں، کسی کے گماں میں رہتے ہیں ، ۱۰۰
ہمارے سارے خواب، جاں! ، ۱۰۳
یوں تو کیا چیز زندگی میں نہیں ، ۱۰۶
اب تک نہ کھُل سکا کہ مرے رُو برو ہے کون! ، ۱۰۹
گردِ سفر میں بھُول کے منزل کی راہ تک ، ۱۱۲
دل کے کہنے پہ جب لڑے تم تھے ، ۱۱۵
یہ بولتے ہُوئے لمحے یہ ڈولتی ہُوئی شام ، ۱۱۷
کلام کرتی نہیں بولتی بھی جاتی ہے ، ۱۱۹
لبوں پہ رُکتی، دلوں میں سما نہیں سکتی ، ۱۲۱

اتنے خواب کہاں رکھوں گا

یہ گردِ بادِ تمنّا میں گھومتے ہوئے دن ، ۱۲۳
جو رستہ بھی دل نے چُنا ہے ، ۱۲۵
نہ ربط ہے نہ معانی، کہیں تو کس سے کہیں ، ۱۲۷
دُنیا کا کچھ بُرا بھی تماشا نہیں رہا ، ۱۲۹
کچھ اس طرح دیکھا کسی بے وفا نے ، ۱۳۱
جو کچھ دیکھا جو سوچا ہے وہی تحریر کر جائیں ، ۱۳۳
تھکی تھکی سی تنہائی ہے گھٹی گھٹی بیزاری ہے ، ۱۳۵
کوئی خواب دشتِ فراق میں سرِ شام چہرہ کشا ہوا ، ۱۳۷
پہلو سے اُٹھ کے آپ کچھ ایسی ادا سے کل گئے ، ۱۳۹
جاہ کی خواہشِ بے فیض پہ مرنے والے ، ۱۴۱
باغِ جہاں سے صُورتِ شبنم چلے گئے ، ۱۴۳
دل ترے غم کی بارگاہ میں ہے ، ۱۴۵
ہے محبّت کا سلسلہ کچھ اور ، ۱۴۹
اک نام کی اُڑتی خوشبو میں اِک خواب سفر میں رہتا ہے ، ۱۵۲
محبّت کا ثمر ملتا نہیں ہے ، ۱۵۴
اِک سرابِ سیمیا میں رہ گئے ، ۱۵۷
دستک کسی کی ہے کہ گمان دیکھنے تو دے ، ۱۵۹
عشق ایسا عجیب دریا ہے ، ۱۶۱
جو زخم تُو نے دیے تھے وہ بھرتے جاتے ہیں ، ۱۶۳
سب ہیں بکنے والے ہاتھ ، ۱۶۵

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

اُس پار

ہمارے بعد ہیں کچھ لوگ کیسے، دیکھ تو آئیں ، ۱۶۹

بدن سے اُٹھتی تھی اُس کے خوشبو، صبا کے لہجے میں بولتا تھا ، ۱۷۱

یہ کون آج مری آنکھ کے حصار میں ہے ، ۱۷۳

کوئی موسم ہو دل میں ہے تمھاری یاد کا موسم ، ۱۷۵

کہیں سنگ میں بھی ہے روشنی کہیں آگ میں بھی دھواں نہیں ، ۱۷۷

لبوں پہ پھُول کھلتے ہیں کسی کے نام سے پہلے ، ۱۷۹

خزاں کی دُھند میں لپٹے ہوئے ہیں ، ۱۸۱

اشک آنکھوں میں آئے جاتے ہیں ، ۱۸۳

وہ دمکتی ہوئی لَو کہانی ہوئی وہ چمک دار شعلہ، فسانہ ہوا ، ۱۸۶

کسی کی دُھن میں جینا ہے، کسی کے ڈر میں رہنا ہے ، ۱۸۸

ایک احساسِ دل کشا سے ہی ، ۱۹۰

ہم تھے ہمارے ساتھ کوئی تیسرا نہ تھا ، ۱۹۳

قاصد جو تھا بہار کا نامعتبر ہوا ، ۱۹۶

ویرانۂ وجود میں چلنا پڑا ہمیں ، ۱۹۸

سرِ طاق جاں نہ چراغ ہے پسِ بامِ شب نہ سحر کوئی ، ۲۰۰

شام بُجھتی، چراغ جلتا رہا ، ۲۰۲

ہر پل دھیان میں بسنے والے لوگ افسانے ہو جاتے ہیں ، ۲۰۴

نہیں اب جہاں پہ نشان بھی ، ۲۰۶

کہیں بے کنار سے ریتگے، کہیں زر نگار سے خواب دے ، ۲۰۹

ممکن نہیں تھا جو وہ ارادہ نہیں کیا ، ۲۱۱

بھنور میں کھو گئے ایک ایک کر کے ڈوبنے والے ، ۲۱۳

کوئی ہجر تھا نہ وصال تھا مرے سامنے ، ۲۱۵

جہاں کشتی رُکی میری کنارا اور تھا کوئی ، ۲۱۷

حد سے حد، حدِ گماں تک کوئی جا سکتا ہے ، ۲۱۹

زیرِ لب یہ جو تبسم کا دیار کھلا ہے ، ۲۲۱

ایک دن اس طرح بھی ہونا ہے ، ۲۲۳

ذرا پھر سے کہنا

تُو نہیں تیرا استعارہ نہیں ، ۲۲۵

مرنے کا ترے غم میں ارادہ بھی نہیں ہے ، ۲۲۷

دُور تلک ویرانہ ہے ، ۲۲۹

مقتل میں بھی اہلِ جنوں ہیں کیسے غزل خواں دیکھو تو ! ۲۳۱

کس رات کی آنکھوں میں پیمانِ سحر ہوگا ، ۲۳۳

کون سی چیز دل کے بس میں نہیں ، ۲۳۵

پیڑ کو دیمک لگ جائے یا آدم زاد کو غم ، ۲۳۷

ملے کیسے صدیوں کی پیاس اور پانی .... ، ۲۳۹

گزُرے ہیں ترے بعد بھی کچھ لوگ اِدھر سے ، ۲۴۱

دریا کی ہَوا تیز تھی کشتی تھی پرانی ، ۲۴۳

تری زد سے نکلنا چاہتا ہے ، ۲۴۵

چھیڑیں گے وہی قصّۂ غم اور طرح سے ، ۲۴۷

چہرے پہ مرے زُلف کو پھیلاؤ کسی دن ، ۲۴۹

کوئی بھی آدمی پورا نہیں ہے ، ۲۵۱

کہاں آ کے رُکنے تھے راستے کہاں موڑ تھا اُسے بھُول جا ، ۲۵۳

اپنے گھر کی کھڑکی سے میں آسمان کو دیکھوں گا ، ۲۵۶

بانجھ ارادہ اور کوئی ! ، ۲۵۹

شہد کہیں گے سم کو بھی ، ۲۶۱

وہ جو اُوپر ہے بیٹھا ہوا ، اور ہے ، ۲۶۳

ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں فرصت کتنی ہے ، ۲۶۵

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

شمعِ غزل کی لَو بن جائے ایسا مصرعہ ہو تو کہو ، ۲۶۷
حضورِ یار میں حرفِ التجا کے رکھے تھے ، ۲۶۹
آگ لگی تھی سینہ سینہ ہر شعلہ جوالا تھا ، ۲۷۱
بھیڑ میں اِک اجنبی کا سامنا اچھا لگا ، ۲۷۳
ایک آزار ہوئی جاتی ہے شہرت ہم کو ، ۲۷۵
شہر اُجڑا ہو تو آباد کروں ، ۲۷۷
جو اُتر کے زینۂ شام سے تری چشمِ خوش میں سما گئے ، ۲۷۹
شکستہ لاکھ ہونیا کسی کی ، ۲۸۱

فشار

غبارِ دشت طلب میں ہیں رفتگاں کیا کیا ، ۲۸۳
پسپا ہوئی سپاہ تو پرچم بھی ہم ہی تھے ، ۲۸۶
کب سے ہم لوگ اس بھنور میں ہیں ، ۲۸۸
جب بھی آنکھوں میں ترے وصل کا لمحہ چمکا ، ۲۹۰
سائے ڈھلنے ، چراغ جلنے لگے ، ۲۹۳
پردے میں اُس بدن کے چھپیں راز کس طرح ، ۲۹۵
اپنے ہونے کی تب و تاب سے باہر نہ ہوئے ، ۲۹۷
لہو کے پھول سرِ شاخِ انتظار کھلے ، ۲۹۹
لہو میں تیرتے پھرتے ملال سے کچھ ہیں ، ۳۰۱
پلکوں کی دہلیز پہ چمکا ایک ستارا تھا ، ۳۰۳
تارا تارا اُتر رہی ہے رات سمندر میں ، ۳۰۵
لرزش نگہ میں ، لہجے میں لکنت عجیب تھی ، ۳۰۷
دشتِ دل میں سراب تازہ ہیں ، ۳۰۹
جو سرِ دار آ نہیں سکتا ، ۳۱۱
اُس نے آہستہ سے جب پکارا مجھے ، ۳۱۳
لہو میں رنگ لہرانے لگے ہیں ، ۳۱۵
اگرچہ کوئی بھی اندھا نہیں تھا ، ۳۱۸
جو آنسو دل میں گرتے ہیں وہ آنکھوں میں نہیں رہتے ، ۳۲۱
کبھی تو دل تمناؤں کے اس گرداب سے نکلے ، ۳۲۳
کبھی رقصِ شامِ بہار میں اُسے دیکھتے ، ۳۲۵
کسی کی آنکھ میں خود کو تلاش کرنا ہے ، ۳۲۷
زندگانی ، جاودانی بھی نہیں ، ۳۲۹
زندگی درد بھی ، دوا بھی تھی ، ۳۳۱
آنکھوں سے اِک خواب گزرنے والا ہے ، ۳۳۳

ساقیوں در

وہ بادِ شام تھا اُس کو گزر ہی جانا تھا ، ۳۳۵
ہجومِ صید میں دیکھا گھرا ہُوا صیّاد ، ۳۳۷
کہنے کو میرا اُس سے کوئی واسطہ نہیں ، ۳۳۹
نعرہ نہیں تو نالہ ہی کوئی بلند ہو ، ۳۴۱
کسی کی آنکھ جو پُرنم نہیں ہے ، ۳۴۳
تلاشِ منزلِ جاناں تو اِک بہانہ تھا ، ۳۴۵
بستیوں میں اِک صدائے بے صدا رہ جائے گی ، ۳۴۷
تم سے بچھڑ کر پھروں سوچتا رہتا ہوں ، ۳۴۹
دل کے دریا کو کسی روز اُتر جانا ہے ، ۳۵۱
دل میں لاوا اُبل رہا ہے کیا ؟ ، ۳۵۳
اب کے سفر ہی اور تھا ، اور ہی کچھ سراب تھے ، ۳۵۵
شبِ فراق کی خوشبو غروبِ شام میں تھی ، ۳۵۸

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

کس قدر زخم زخم چہرا ہے ، ۳۶۰
گزر گیا جو زمانہ اُسے بُھلا ہی دو ، ۳۶۳
رواں دواں ہے سفر پیش و پس نہیں معلوم ، ۳۶۵
وہی ہے درد کا عالم اُسے بُھلا کر بھی ، ۳۶۷
رُتوں کے ساتھ دِلوں کی وہ حالتیں بھی گئیں ، ۳۶۹
چپکے چپکے ہی اثر کرتا ہے ، ۳۷۱
نہ آسماں سے نہ دشمن کے زور و زر سے ہوا ، ۳۷۳
جو دوست ہی نہ رہا، اس سے اب گِلہ کیا ہے! ، ۳۷۵
سانسوں میں اشتعال سا ہُوا تو ہے ، ۳۷۷
نکل کے حلقۂ شام و سحر سے جائیں کہیں ، ۳۷۹
بام و دَر سے ہی بات کی جائے ، ۳۸۱
آنکھوں میں بازدید کا ارمان رہ گیا ، ۳۸۴
میں بے نوا ہوں صاحبِ عزّت بنا مجھے ، ۳۸۶
ہر شخص کی خوں رنگ قبا ہے کہ نہیں ہے؟ ، ۳۸۷
یہ دشتِ ہجر، یہ وحشت، یہ شام کے سائے! ، ۳۸۹
چاند کے ساتھ کئی درد پرانے نکلے ، ۳۹۰
ترکِ اُلفت کا بہانہ چاہے ، ۳۹۲
خزاں کے پھول کی صُورت بِکھر گیا کوئی ، ۳۹۴
یہی بہت ہے کہ دل اُس کو ڈھونڈ لایا ہے ، ۳۹۵
پھول کو رنگ ستارے کو ضیا کس نے دی! ، ۳۹۶
اوروں کا تھا بیان تو موجِ صدا رہے ، ۳۹۷
گفتگو میں یک بیک تبدیلیٔ آواز کیا! ، ۳۹۹
عشّاق نہ پتھر نہ گدا کوئی نہیں ہے ، ۴۰۰
ہم ہی آغازِ محبت میں تھے انجان بہت ، ۴۰۱
خواب نگر ہے آنکھیں کھولے دیکھ رہا ہوں ، ۴۰۲
دیکھتا رہتا ہوں میں جو کچھ پریشانی کرے ، ۴۰۴
ہر قدم گریزاں تھا، ہر نظر میں وحشت تھی ، ۴۰۵
کون سی منزل پہ لے آئی اکائی ذات کی ، ۴۰۷
دامِ خوشبو میں گرفتار صبا ہے کب سے ، ۴۰۸
رات میں اس کشمکش میں ایک پَل سویا نہیں ، ۴۱۰
بند تھا دروازہ بھی اور گھر میں بھی تنہا تھا میں ، ۴۱۱
سکوں محال ہے امجدؔ وفا کے رستے میں ، ۴۱۲
میں ازل کی شاخ سے ٹوٹا ہُوا ، ۴۱۳

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

غزلیں

کہتے ہیں غزل قافیہ پیمائی ہے ناصر
یہ قافیہ پیمائی، ذرا کر کے تو دیکھو

اسی بات کو اگلے وقتوں میں قبلہ میر تقی میر نے کچھ یوں بیان کیا تھا کہ

مصرعہ کبھو کبھو کوئی موزوں کروں ہوں میں
کس خوش سلیقگی سے جگر خوں کروں ہوں میں

اور کم و بیش اسی کیفیت کو غالب نے اپنی فطری جودتِ طبع کے باعث ایک نیا رنگ کچھ اس طرح سے دیا کہ "ظرفِ تنگنائے غزل" اُس سیلِ بلا کو سمیٹنے سے عاجز ہے جو اُس کی فکر اور ذہن میں ہمہ وقت کروٹیں لیتا رہتا ہے سو

؎ کچھ اور چاہیے وسعت مرے بیاں کے لیے

لیکن ان سب باتوں کے ساتھ ساتھ یہ امر اپنی جگہ پر ایک حقیقت ہے کہ جہاں غزل کے امکانات اور اس کی سحر کاری اور جادو آفرینی کہکشاں در کہکشاں

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

پھیلتی چلی جارہی ہے وہاں ہر دور میں غزل کہنے والوں نے ایسے ایسے رنگ اور پیرائے باندھے اور ایجاد کیے ہیں کہ غزل ہر امتحان سے نہ صرف کامیاب نکلی ہے بلکہ اس کے حُسن کی نئی سے نئی جہات بھی سامنے آتی رہتی ہیں۔

غزل کی اس قدر مضبوط کلاسیکی روایت اور موجودہ تخلیقی عمل اور امکانات سے پُر صورت حال میں کسی بھی غزل گو شاعر کے لیے ایسا نام حاصل کرنا جو ایک حوالہ بن جائے جُوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ میں اپنے آپ کو اس میدان کی پہلی صف کا آدمی نہیں سمجھتا کہ غزل گو شاعروں کی پہلی صف میں داخل ہونے کے لیے جس غیر معمولی صلاحیت کی ضرورت ہے وہ مجھے اپنی غزل میں نظر نہیں آتی۔ ناصر کاظمی مرحوم کہا کرتے تھے کہ جب وہ کوئی غزل کہہ لیتے ہیں تو تصوّر میں میرؔ و غالبؔ کو سامنے بٹھا کر اُن کو سُناتے ہیں اور پھر اُن کے اشارۂ چشم و ابرو یا داد کے کلمات کی روشنی میں اُس غزل کا مقام متعین کرتے ہیں۔ جب ناصرؔ جیسے عمدہ اور باکمال شاعر کا یہ حال تھا تو ہم جیسے لوگوں کو تو کوئی دعویٰ کرتے وقت دس بار سوچنا چاہیے (یہ اور بات ہے کہ بہت سے احباب اپنے مقام کے تعیّن میں خود میرؔ و غالبؔ کو بھی کہیں میلوں پیچھے چھوڑ جاتے ہیں) جہاں تک میرا تعلق ہے۔ میں نے ہمیشہ یہی کوشش کی ہے کہ اُردو غزل کے اکابرین کے ساتھ ساتھ اپنے سینئر ہم عصروں اور اپنے سے بعد لکھنا شروع کرنے والوں سے بھی اس شعبدہ ساز صنف کے نت نئے اسرار و رموز اور پیرایوں کو سیکھنے کی کوشش کروں تاکہ جو باتیں میں بزبانِ غزل کہنا اور کرنا چاہتا ہوں اُن کا رشتہ اس کی عظیم اور زندہ روایت سے قائم اور جُڑا رہے۔

مجھے خوشی ہے کہ نظموں کے ساتھ ساتھ میری غزلوں کے قارئین کا بھی ایک خاصا بڑا حلقہ قائم ہو گیا ہے۔ میرے لیے اِتنی ہی پذیرائی بہت ہے کہ بڑے لوگوں کے گروپ فوٹو میں جگہ مِل جانا بھی اپنی جگہ پر ایک عزّت اور افتخار کی بات ہوتی ہے۔

امجد اسلام امجد

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

○

حد سے توقّعات زیادہ کیے ہُوئے
بیٹھے ہیں دل میں ایک اِرادہ کیے ہُوئے

اِس دشتِ بے وفائی میں جائیں کہاں کہ ہم
ہیں اپنے آپ سے کوئی وعدہ کیے ہُوئے

دیکھو تو کتنے چین سے! کِس درجہ مُطمئن!
بیٹھے ہیں ارضِ پاک کو آدھا کیے ہُوئے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

ق

پاؤں سے خواب باندھ کے شامِ وصال کے
اِک دشتِ انتظار کو جادہ کیے ہُوئے!

آنکھوں میں لے کے جلتے ہُوئے موسموں کی راکھ!
گردِ سفر کو تن کا لبادہ کیے ہُوئے

دیکھو تو کون لوگ ہیں! آئے کہاں سے ہیں!
اور اب ہیں کس سفر کا اِرادہ کیے ہُوئے؟

اُس سادہ رُو کے بزم میں آتے ہی بُجھ گئے
جتنے تھے اہتمامِ زیادہ کیے ہُوئے

اُٹھے ہیں اُس کی بزم سے امجد ہزار بار
ہم ترکِ آرزو کا اِرادہ کیے ہُوئے!

○

دَر و دیوار ہیں، مکان نہیں
واقعہ ہے، یہ داستان نہیں

وقت کرتا ہے ہر سوال کو حل
زیست مکتب ہے امتحان نہیں

ہر قدم پر ہے اِک نئی منزل
راستوں کا کہیں نشان نہیں

رنگ بھی زندگی کے مظہر ہیں
صرف آنسو ہی ترجمان نہیں

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

دِل سے نکلی ہُوئی صدا کے لیے
کچھ بہت دُور آسمان نہیں

کل کو ممکن ہے اِک حقیقت ہو
آج جس بات کا گمان نہیں

شور کرتے ہیں ٹوٹتے رشتے
ہم کو گھر چاہیئے مکان نہیں

خواب، ماضی! سراب، مستقبل!
اور جو "ہے" وہ میری جان "نہیں"

اِتنے تارے تھے رات، لگتا تھا
کوئی میلہ ہے آسمان نہیں

شاخِ سدرہ کو چھُو کے لوٹ آیا
اِس سے آگے مری اُڑان نہیں

یوں جو بیٹھے ہو بے تعلّق سے
کیا سمجھتے مری زبان نہیں؟

کوئی دیکھے تو موت سے بہتر
زیست کا کوئی پاسبان نہیں

اِک طرف میں ہوں اِک طرف تم ہو
سلسلہ کوئی درمیان نہیں

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

○

کوئی بھی لمحہ کبھی لوٹ کر نہیں آیا
وہ شخص ایسا گیا پھر نظر نہیں آیا

وفا کے دشت میں رستہ نہیں ملا کوئی
سوائے گردِ سفر، ہم سفر نہیں آیا

پلٹ کے آنے لگے شام کے پرندے بھی
ہمارا صُبح کا بھولا مگر نہیں آیا

کسی چراغ نے پُوچھی نہیں خبر میری
کوئی بھی پھُول مرے نام پر نہیں آیا

چلو کہ کوچۂ قاتل سے ہم ہی ہو آئیں
کہ نخلِ دار پہ کب سے ثمر نہیں آیا!

خُدا کے خوف سے جو دل لرزتے رہتے ہیں
اُنھیں کبھی بھی زمانے سے ڈر نہیں آیا

کدھر کو جاتے ہیں رستے، یہ راز کیسے کھُلے
جہاں میں کوئی بھی بارِ دگر نہیں آیا

یہ کیسی بات کہی شام کے ستارے نے
کہ چین دل کو مرے رات بھر نہیں آیا

ہمیں یقین ہے امجد نہیں وہ وعدہ خلاف
پہ عُمر کیسے کٹے گی، اگر نہیں آیا!

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

○

ہم تو اسیرِ خواب تھے تعبیر جو بھی تھی
دیوار پر لکھی ہُوئی تحریر جو بھی تھی

ہر فرد لاجواب تھا، ہر نقش بے مثال
مل جُل کے اپنی قوم کی تصویر جو بھی تھی!

جو سامنے ہے سب ہے یہ، اپنے کیے کا پھل
تقدیر کی تو چھوڑیئے، تقدیر جو بھی تھی

آیا اور اِک نگاہ میں برباد کر گیا
ہم اہلِ انتظار کی جاگیر جو بھی تھی

قدریں جو اپنا مان تھیں، نیلام ہو گئیں
ملبے کے مول بِک گئی تعمیر جو بھی تھی

طالب ہیں تیرے رحم کے ہم عدل کے نہیں
جیسا بھی اپنا جُرم تھا، تقصیر جو بھی تھی

ہاتھوں پہ کوئی زخم نہ پیروں پہ کچھ نشاں
سوچوں میں تھی پڑی ہُوئی، زنجیر جو بھی تھی

یہ اور بات چشم نہ ہو معنی آشنا
عبرت کا ایک درس تھی، تحریر جو بھی تھی

امجد ہماری بات وہ سُنتا تو ایک بار
آنکھوں سے اُس کو چُومتے، تعزیر جو بھی تھی

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

○

منظر کے اِرد گِرد بھی اور آر پار دُھند
آئی کہاں سے آنکھ میں یہ بے شمار دُھند!

کیسے نہ اُس کا سارا سفر رائیگاں رہے
جس کاروانِ شوق کی ہے رہگزار دُھند!

ہے یہ جو ماہ و سال کا میلہ لگا ہُوا
کرتی ہے اِس میں چُھپ کے مِرا انتظار دُھند

آنکھیں وہ بزم، جس کا نشاں ڈولتے چراغ
دل وہ چمن، کہ جس کا ہے رنگِ بہار دُھند

کمرے میں میرے غم کے سِوا اور کچھ نہیں
کھڑکی سے جھانکتی ہے کسے بار بار دُھند

فردوسِ گوش ٹھہرا ہے مبہم سا کوئی شور
نظّارگی کا شہر میں ہے اعتبار، دُھند

ناٹک میں جیسے بکھرے ہوں کردار جا بجا
امجدؔ فضائے جاں میں ہے یوں بے قرار دُھند!

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

○

اُداسی میں گھرا تھا دِل چراغِ شام سے پہلے
نہیں تھا کچھ سرِ محفل چراغِ شام سے پہلے

خُدی خوانو، بڑھاؤ لَے، اندھیرا ہونے والا ہے
پہنچنا ہے سرِ منزل چراغِ شام سے پہلے

دِلوں میں اور ستاروں میں اچانک جاگ اُٹھتی ہے
عجب ہلچل، عجب جھلمل چراغِ شام سے پہلے

وہ ویسے ہی وہاں رکھی ہے، عصرِ آخرِ شب میں
جو سینے پر دھری تھی سِل، چراغِ شام سے پہلے

ہم اپنی عُمر کی ڈھلتی ہُوئی اِک سہ پہر میں ہیں
جو ملنا ہے ہمیں تو مِل، چراغِ شام سے پہلے

ہمیں اے دوستو اب کشتیوں میں رات کرنی ہے
کہ چُھپ جاتے ہیں سب ساحل، چراغِ شام سے پہلے

سَحر کا اوّلیں تارا ہے جیسے رات کا ماضی
ہے دن کا بھی تو مُستقبل، چراغِ شام سے پہلے

نجانے زندگی اور رات میں کیسا تعلّق ہے!
اُلجھتی کیوں ہے اِتنی کُل چراغِ شام سے پہلے

محبّت نے رگوں میں کس طرح کی روشنی بھر دی!
کہ جل اُٹھتا ہے امجد دِل، چراغِ شام سے پہلے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

آنکھوں کا رنگ، بات کا لہجہ بدل گیا
وہ شخص ایک شام میں کتنا بدل گیا!

کچھ دن تو میرا عکس رہا آئینے پہ نقش
پھر یوں ہُوا کہ خُود مرا چہرا بدل گیا

جب اپنے اپنے حال پہ ہم تم نہ رہ سکے
تو کیا ہوا جو ہم سے زمانہ بدل گیا

قدموں تلے جو ریت بچھی تھی وہ چل پڑی
اُس نے چھڑایا ہاتھ تو صحرا بدل گیا

کوئی بھی چیز اپنی جگہ پر نہیں رہی
جاتے ہی ایک شخص کے کیا کیا بدل گیا!

اِک سرخوشی کی موج نے کیسا کیا کمال!
وہ بے نیاز، سارے کا سارا بدل گیا

اُٹھ کر چلا گیا کوئی وقفے کے درمیاں
پردہ اُٹھا تو سارا تماشا بدل گیا

حیرت سے سارے لفظ اُسے دیکھتے رہے
باتوں میں اپنی بات کو کیسا بدل گیا

کہنے کو ایک صحن میں دیوار ہی بنی
گھر کی فضا، مکان کا نقشہ بدل گیا

شاید وفا کے کھیل سے اُکتا گیا تھا وہ
منزل کے پاس آ کے جو رستہ بدل گیا

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

قائم کسی بھی حال پہ دُنیا نہیں رہی
تعبیر کھو گئی، کبھی سپنا بدل گیا

منظر کا رنگ اصل میں سایا تھا رنگ کا
جس نے اُسے جدھر سے بھی دیکھا بدل گیا

اندر کے موسموں کی خبر اُس کو ہو گئی!
اُس نو بہارِ ناز کا چہرا بدل گیا

آنکھوں میں جتنے اشک تھے جگنو سے بن گئے
وہ مُسکرایا اور مری دُنیا بدل گیا

اپنی گلی میں اپنا ہی گھر ڈھونڈتے ہیں لوگ
امجد یہ کون شہر کا نقشہ بدل گیا

○

آنکھوں کو التباس بہت دیکھنے میں تھے
کل شب عجیب عکس مرے آئنے میں تھے

سارے دھنک کے رنگ تھے اُس کے لباس میں
خُوشبو کے سارے انگ اُسے سوچنے میں تھے

ہر بات جانتے ہُوئے دِل مانتا نہ تھا
ہم جانے اعتبار کے کس مرحلے میں تھے

وصل و فراق دونوں ہیں اِک جیسے ناگزیر
کچھ لطف اُس کے قُرب میں، کچھ فاصلے میں تھے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

سیلِ زماں کی موج کا ہر وار سہہ گئے
وہ دن، جو ایک ٹوٹے ہُوئے رابطے میں تھے!

غارت گری کے بعد بھی روشن تھیں بستیاں
ہارے ہُوئے تھے لوگ مگر حوصلے میں تھے!

پھر پھر کے آئے نقطۂ آغاز کی طرف
جتنے سفر تھے اپنے کسی دائرے میں تھے

آندھی اُڑا کے لے گئی جس کو ابھی ابھی
منزل کے سب نشان اُسی راستے میں تھے

چُھو لیں اُسے کہ دُور سے بس دیکھتے رہیں!
تارے بھی رات میری طرح، مخمصے میں تھے

جُگنو، ستارے، آنکھ، صبا، تتلیاں، چراغ
سب اپنے اپنے غم کے کسی سلسلے میں تھے!

جتنے تھے خط تمام کا تھا ایک زاویہ
پھر بھی عجیب پیچ مرے مسئلے میں تھے

امجد کتابِ جاں کو وہ پڑھتا بھی کس طرح!
لکھنے تھے جتنے لفظ، ابھی حافظے میں تھے

———

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

ظاہر شمال میں کوئی تارا ہُوا تو ہے
اِذنِ سفر کا ایک اِشارا ہُوا تو ہے

کیا ہے! جو رکھ دیں آخری داؤ میں نقدِ جاں!
ویسے بھی ہم نے کھیل یہ ہارا ہُوا تو ہے

وہ جانے، اُس کو خیر خبر ہے بھی یا نہیں!
دل ہم نے اس کے نام پہ وارا ہُوا ہے

پاؤں میں نارسائی کا اِک آبلہ سہی
اِس دشتِ غم میں کوئی ہمارا ہُوا تو ہے

اُس بے وفا سے ہم کو یہ نسبت بھی کم نہیں
کچھ وقت ہم نے ساتھ گزارا ہُوا تو ہے

اپنی طرف اُٹھے نہ اُٹھے اُس کی چشمِ خوش!
امجدؔ کسی کے درد کا چارا ہُوا تو ہے!

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

○

اُلجھن تمام عُمر یہ تارِ نفس میں تھی!
دِل کی مُراد عاشقی میں یا ہوس میں تھی!

دَر تھا کھُلا، پہ بیٹھے رہے پَر سمیٹ کر
کرتے بھی کیا کہ جائے اماں ہی قفس میں تھی!

سَکتے میں سب چراغ تھے، تارے تھے دم بخُود!
مَیں اُس کے اختیار میں، وہ میرے بس میں تھی

اَب کے بھی ہے جمی ہُوئی، آنکھوں کے سامنے
خوابوں کی ایک دُھند جو پچھلے برس میں تھی

کل شب تو اُس کی بزم میں ایسے لگا مجھے!
جیسے کہ کائنات مری دسترس میں تھی

محفل میں آسمان کی بولے کہ چُپ رہے
امجد صدا زمین اسی پیش و پس میں تھی

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

سب کی اِک اوقات "عشق نہ پُوچھے ذات"
بالکل بھُول گئے کرنی تھی کیا بات
سستا کر دے گی زر کی یہ افراط!
اَب سے تیرے ہیں میرے دن اور رات
پیچھے جذبوں سے مہنگی ہو گئی دھات
اب کے خُوب ہوئی بِن موسم برسات
کٹ ہی جاتی ہے کیسی بھی ہو رات!
باسی ہوتی جائے دل میں رکھّی بات
پکّی ڈور، میاں! کب تک دیتی ساتھ!
گرہیں کھولے گا جانے کب وہ ہاتھ!

تجھ کو چاہوں مَیں کیا میری اوقات!
کیسے اُجڑ گئے؟ خوابوں کے باغات

(ق)

وقت سمندر میں ایک سے ہیں دن رات
آگے گہری کھائی پیچھے ہے ظُلمات!

غم کے دھاگوں سے امجد خوشیاں کات!

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

○

زمین جلتی ہے اور آسمان ٹوٹتا ہے،
مگر گریز کریں ہم تو مان ٹوٹتا ہے!!

کوئی بھی کام ہو انجام تک نہیں جاتا!
کسی کے دھیان میں پل پل یہ دھیان ٹوٹتا ہے

کہ جیسے تن میں ہر لفظ کی ہے اپنی جگہ
جو ایک فرد کٹے، کاروان ٹوٹتا ہے

نژادِ صبح کے لشکر کی آمد آمد ہے
حصارِ حلقۂ شب زادگان ٹوٹتا ہے

اگر یہی ہے عدالت! اور آپ ہیں منصف!
عجب نہیں جو ہمارا بیان ٹوٹتا ہے

وفا کے شہر کے رستے عجیب ہیں امجد
ہر ایک موڑ پہ اک مہربان ٹوٹتا ہے

———

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

کہتا ہے درپن — میرے جیسا بن!
تاریکی کی موت! — ایک نحیف کرن
محنت اپنا مال — وقت، پرایا دھن
بات نہ کرنے سے — بڑھتی ہے اُلجھن
اپنے دِل جیسا! — کوئی نہیں دشمن
دُنیا۔ لوٹا دے — میرا اپنا پن
جھولے جی اُٹھے — جاگ پڑے جامن
روز وہی قصّہ! — روز وہی اُلجھن!
صدیاں ٹوٹ گئی — پائل کی چھن چھن
یہ تو برسے گا — ساون ہے، ساون!

سارے خاک سمان — تن اور من اور دھن
اپنوں ہی سے تو — ہوتی ہے اَن بَن
سب سے اچھا ہے — اپنا گھر آنگن!
پیاس بڑی ہے یا — سونے کا برتن؟
کیا اُفتاد پڑی! — لگتا ناہیں من
آدم زاد نہیں، — بستی ہے یا بن!
کیسا بھی ہو رُوپ! — مٹی ہے مدفن
سکّے کے دو رُخ — برہن اور دُلہن
دھوکہ دیتے ہیں — اُجلے پیراہن
راہ میں کھلتا پھول — بیوہ کا جوبن
دونوں جھوٹے ہیں — ساجن اور ساون
آہٹ کس کی ہے — تیز ہوئی دھڑکن
اُتنی خواہش کر — جتنا ہے دامن
ہم تم دونوں ہیں — دھرتی اور ساون
عکس بنے کیسے؟ — دُھندلا ہے درپن

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

زیرِ آب ہُوئے خوابوں کے مسکن
ٹھہر گیا ہے کیوں! آنکھوں میں ساون!

(ق)

کچّا سونا ہی بنتا ہے کُندن
اِک دِن نکھرے گا سچّا ہے گر، فن!
کیسے روک سکے! خُوشبو کو گلشن

امجد میرے ساتھ
اَب تک ہے بچپن!

○

کسی ترنگ، کسی سرخوشی میں رہتا تھا
یہ کل کی بات ہے، دل زندگی میں رہتا تھا

کہ جیسے چاند کے چہرے پہ آفتاب کی لَو
کھُلا کہ میں بھی کسی روشنی میں رہتا تھا

سرشتِ آدمِ خاکی، ذرا نہیں بدلی!
فلک پہ پہنچا مگر، غار ہی میں رہتا تھا

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

کہا یہ کس نے کہ رہتا تھا میں زمانے میں
ہجومِ درد، غمِ بے کسی میں رہتا تھا

ق

کلام کرتا تھا قوسِ قزح کے رنگوں میں
وہ اِک خیال تھا اور شاعری میں رہتا تھا

گلوں پہ ڈولتا پھرتا تھا اوس کی صورت!
صدا کی لہر تھا اور نغمگی میں رہتا تھا

نہیں تھی حُسنِ نظر کی بھی کچھ اُسے پروا
وہ ایک ایسی عجب دلکشی میں رہتا تھا

وہاں پہ اب بھی ستارے طواف کرتے ہیں
وہ جس مکان میں، جس بھی گلی میں رہتا تھا

بس ایک شام بڑی خامشی سے ٹوٹ گیا
ہمیں جو مان، تری دوستی میں رہتا تھا

کِھلا جو پھول تو برباد ہو گیا امجد
طلسمِ رنگ مگر غنچگی میں رہتا تھا

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

○

سب دیکھتے تھے اور کوئی سوچتا نہ تھا
جیسے یہ کوئی کھیل تھا، اِک واقعہ نہ تھا!

لکھتے بیاضِ وقت پہ ہم کیا تأثرات
سب کچھ تھا درج اور کوئی حاشیہ نہ تھا

آپس کی ایک بات تھی، دونوں کے درمیاں
اے اہلِ شہر آپ کا یہ مسئلہ نہ تھا!

تیری گلی میں آئے تھے بس تجھ کو دیکھنے!
اِس کے سِوا ہمارا کوئی مدّعا نہ تھا

تھے ثبت حُکمِ ہجر پہ اُس کے بھی دستخط
تقدیر ہی کا لکھّا ہُوا فیصلہ نہ تھا

اِک سمت پاسِ عشق تھا، اِک سمت اپنا مان
کیسے گریز کرتے! کوئی راستہ نہ تھا!!

امجد یہ اقتدار کا حلقہ عجیب ہے
چاروں طرف تھے عکس کوئی آئنہ نہ تھا

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

○

جب تک رستے جائیں — یوں ہی چلتے جائیں
آئینوں سے کیوں؟ — عکس مُکرتے جائیں!
آنکھیں ہیں آباد! — خواب اُجڑتے جائیں
ایسی آندھی میں! — خاک سنورتے جائیں!!
اپنی سوچوں سے — آپ ہی ڈرتے جائیں
عکس کریں تو کیا — نقش بگڑتے جائیں
جلتی آنکھوں میں — سپنے بُجھتے جائیں
جتنا دُھتکارے — اور لپٹتے جائیں
رو لیں خُود پر ہی — کچھ تو کرتے جائیں!

ق

بیٹھے بیٹھے ہی — ہاتھ نہ ملتے جائیں
ایک چراغ سہی — راہ میں دَھرتے جائیں
سچّی بات لکھیں — جب تک رُکھتے جائیں
جو کچھ بس میں ہے — وہ تو کرتے جائیں
رزمِ ہستی سے — لڑتے لڑتے جائیں
مُردہ مٹی کو — زندہ کرتے جائیں
جب تک زندہ ہیں — آگے بڑھتے جائیں

ق

آؤ ہم اور تُم — ایسا کرتے جائیں
آنکھوں آنکھوں میں — باتیں کرتے جائیں
باتوں باتوں میں — غُنچے کھلتے جائیں

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

رنگوں میں نکلیں خوشبو ہوتے جائیں
اُمّیدیں پھُوٹیں خدشے مرتے جائیں
امجد سب کے دل
اور نکھرتے جائیں

گزُرے کل سا لگتا ہو جب آنے والا کل
ایسے حال میں رہنے سے تو بہتر ہے کہ چل

کرتی ہیں ہر شام یہ بنتی، آنکھیں ریت بھری
روشن ہوئے امن کے تارے، ظُلم کے سُورج، ڈھل

اپنا مطلب کھو دیتی ہے دِل میں رکھی بات
رونا ہے تو کھُل کے رو اور جلنا ہے تو، جل

لمحوں کی پہچان یہی ہے، اُڑتے جاتے ہیں
آنکھوں کی دہلیز پہ کیسے ٹھہر گیا، وہ پَل!

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

عشق کے رستے لگ جائیں تو لوگ بھلے چنگے
ہوتے ہوتے ہو جاتے ہیں، دیوانے، پاگل!

موسم کی سازش ہے یا پھر مٹی بانجھ ہوئی!
پیڑ زیادہ ہوتے جائیں، گھٹتا جائے پھل!

جُھکی جُھکی آنکھوں کے اُوپر بوجھل پلکیں تھیں
لیکن کیسے چُھپ سکتا تھا! کاجل ہے کاجل!

زور آور کے دستِ ستم میں دونوں گروی ہیں
مزدوروں کا خُون پسینہ، دہقانوں کا ہَل!

بُجھتے تاروں کی جھلمل میں اوس لرزتی ہے
امجدؔ دُنیا جاگ رہی ہے تُو بھی آنکھیں مَل

○

خُود اپنے لیے بیٹھ کے سوچیں گے کسی دن
یُوں ہے کہ تجھے بھُول کے دیکھیں گے کسی دن

بھٹکے ہُوئے پھرتے ہیں کئی لفظ جو دل میں
دُنیا نے دیا وقت تو لکھّیں گے کسی دن

ہِل جائیں گے اِک بار تو عرشوں کے دَر و بام
یہ خاک نشیں لوگ جو بوئیں گے کسی دن

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

آپس کی کسی بات کا ملتا ہی نہیں وقت
ہر بار یہ کہتے ہیں کہ "بیٹھیں گے کسی دن!"

اے جان تری یاد کے بے نام پرندے
شاخوں پہ مرے درد کی اُتریں گے کسی دن؟

جاتی ہے کسی جھیل کی گہرائی کہاں تک!
آنکھوں میں تری ڈوب کے دیکھیں کے کسی دن

خُوشبو سے بھری شام میں جگنو کے قلم سے
اِک نظم ترے واسطے لکھیں گے کسی دن

سوئیں گے تری آنکھ کی خلوت میں کسی رات
سائے میں تری زُلف کے جاگیں گے کسی دن!

صحرائے خرابی کی اسی گردِ سفر سے
پھُولوں سے بھرے راستے نکلیں گے کسی دن

خُوشبو کی طرح، مثلِ صبا، خواب نما سے
گلیوں سے ترے شہر کی گزُریں گے کسی دن

امجد ہے یہی اب کہ کفن باندھ کے سر پر
اُس شہرِ ستم گار میں جائیں گے کسی دن!

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

خواہش کی کسی موج کے ریلے میں رہیں گے
شبنم کی طرح، صُبح کے میلے میں رہیں گے!

دیکھے گی زمیں، روز نیا ایک تماشا
جب تک ہے فلک، لوگ، جھمیلے میں رہیں گے

مر جائیں گے ہم تم تو، مگر گیت ہمارے
اے دوست رواں، وقت کے بیلے میں رہیں گے

موجود تو ہوں گے مگر احساس کی صُورت!
خُوشبو کی طرح رنگ کے میلے میں رہیں گے

آنکھوں میں اُتر آئے گی اَندر کی اُداسی
امجد جو یونہی آپ اکیلے میں رہیں گے!

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

○

دردِ دل کا جہاں رواج نہیں
ایک انبوہ ہے، سماج نہیں

اے غمِ ہجرِ یار، یہ تو بتا
کیا تجھے کوئی کام کاج نہیں!

وہ ہے ہرجائی، یہ بجا، لیکن
دِل بھی تو مستقل مزاج نہیں

تیرے غم کے سوا زمانے میں
کون سے درد کا علاج نہیں!

حرص کھا جاتی ہے غریب کا رزق
ورنہ کچھ کم تو یاں اناج نہیں

تیری آنکھوں سی، دوسری آنکھیں
شاید ہوں گی کبھی، پر آج، نہیں

مملکتِ حُسن سی نہیں کوئی
عشق سا کوئی تخت و تاج نہیں

ق

کون سی آنکھ ہے تہی تجھ سے!
کون سے دل پہ تیرا راج نہیں!

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

اے خُدا، اے مرے ہُنر کے خُدا
اور کچھ میری احتیاج نہیں!

بستیوں کو نہ پستیوں میں رکھ
التجا ہے یہ، احتجاج نہیں

○

رات کی سیج خالی خالی ہے
دیکھ، وہ صبح ہونے والی ہے!

میرے دل سے تری نگاہوں تک
دَرد نے راہ کیا نکالی ہے!

ہے پرے حدِّ آسمان سے کیا؟
سب فضا اپنی دیکھی بھالی ہے

کہہ رہی ہے چمک ستاروں کی
درد کی رات ڈھلنے والی ہے!

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

جو نہ کہنی تھی بات، کہہ آئے
اور جو کہنی تھی وہ چھُپالی ہے

اِک طرف دل تھا، اِک طرف دُنیا
ہم نے دونوں سے سُرملالی ہے

آنکھ والوں کے واسطے، منظر
ایک روزن ہے، ایک جالی ہے!

پھر وہی آنسوؤں کی بارش ہے
پھر وہی دل کی خشک سالی ہے!

پھیلتی جا رہی ہے قوسِ قزح
دل پہ کس نے نگاہ ڈالی ہے

دوستوں کا وہ دوست ہے امجد
نام جس کا جمیل عالی ہے

○

افلاک کا سایا ہے جو کچھ بھی زمیں پر ہے
ہے خواب کہیں میرا، تعبیر کہیں پر ہے

کچھ ایسی نظر ڈالی ہنگامِ وداع اُس نے
میں خُود تو چلا آیا دل اب بھی وہیں پر ہے

اے فکرِ سماواتی، اے طائرِ لاہُوتی!
پرواز سے کیا حاصل! جو کچھ ہے زمیں پر ہے

"موجود" میں رہنے سے "آئندہ" نہیں ملتا
اثبات کا ہر جلوہ موقوف "نہیں" پر ہے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

اُس لمحے کے جادُو سے پھر وقت نہیں نکلا
جو چیز جہاں پر تھی وہ چیز وہیں پر ہے

چاہے تو یونہی رکھے، چاہے تو سحر کر دے
اِس رات کا مُستقبل اُس ماہ جبیں پر ہے

اِس عُمر کی فرصت میں ہر چیز کا ہونا ہے
جنّت بھی یہیں ہو گی! دوزخ جو یہیں پر ہے

کرتا ہُوں جمع میں تو بکھرتی ہے ذات اور
باقی ہے کتنی اے مرے مولا، یہ رات اور!

لیتی ہے جلتی شمع بھی بجھنے میں کچھ تو وقت
ہے آدمی سا کوئی کہاں بے ثبات اور!

سیلاب جیسے لیتا ہے دیوار کے قدم
کرتا ہے غم بھی دل سے کوئی واردات اور

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

یوں تو حضورِ پاکؐ کے لاکھوں ہیں مدح خواں
تائبؔ[1] سی لکھ رہا ہے مگر کون، نعت اور!

مظہر، اَزل کے حُسن کے امجد ہیں بے شُمار
لیکن جو دیکھئے تو ہے بارش کی بات اور

1- حفیظ تائب

○

شمارِ گردشِ لیل و نہار کرتے ہُوئے
گزر چلی ہے ترا انتظار کرتے ہُوئے

خُدا گواہ، وہ آسُودگی نہیں پائی
تمھارے بعد کسی سے بھی پیار کرتے ہوئے

اَزل سے یونہی چلی آ رہی ہے یہ دُنیا
اِسے نہال، اُسے بے قرار کرتے ہُوئے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

تمام اہلِ سفر ایک سے نہیں ہوتے
کھُلا یہ وقت کے دریا کو پار کرتے ہوئے

ق

عجب نہیں کبھی گزُرے ترے خیال کی رَو
مِرے گمان کے طائر شکار کرتے ہُوئے

کہیں چھُپائے مرے سامنے کے سب منظر
مجھے، مجھی پہ کبھی آشکار کرتے ہُوئے

کِسے خبر ہے کہ اہلِ چمن پہ کیا گزری!
خزاں کی شام کو صبحِ بہار کرتے ہُوئے

ہوَس کی اور لُغت ہے وفا کی اور زباں
یہ راز ہم پہ کھُلا، انتظار کرتے ہُوئے

عجیب شے ہے محبّت کہ شاد رہتی ہے
تباہ ہوتے ہوئے اور غبار کرتے ہُوئے

ق

جو ہو سکے تو کبھی میرؔ جی سے یہ پُوچھیں
یہ جان اُن کی غزل پر نثار کرتے ہُوئے

یہ کارخانہ اگر سرتاپا توہّم ہے؟
تو لوگ کیسے چلیں، اعتبار کرتے ہوئے

A ہمارے بس میں کوئی فیصلہ تھا کب امجدؔ!
جُنوں کو چُنتے، وفا اختیار کرتے ہُوئے!

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

○

دو گھڑی دِل کا حال سُنتا جا
اے مِرے خُوش جمال سُنتا جا

عِشق کی خُود سُپردگی کو دیکھ!
عقل کی قِیل و قال، سُنتا جا

یہ اَماوس کی آخری شب ہے
داستانِ ملال، سُنتا جا

"من نہ کردم، شما حذر بکنید"
زندگی کا مآل، سُنتا جا

تجھ سے کرنا نہیں جواب طلب
آخری اِک سوال سُنتا جا

گُونج ہیں ٹوٹتے ستاروں کی
سب عُروج و زوال سُنتا جا

تجھ پہ بیتی ہے جو بھی کہہ امجد
کچھ مِرے حسبِ حال سُنتا جا

———

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

○

آئینوں میں عکس نہ ہوں تو حیرت رہتی ہے
جیسے خالی آنکھوں میں بھی وحشت رہتی ہے

ہر دم دُنیا کے ہنگامے گھیرے رکھتے تھے،
جب سے تیرے دُھیان لگے ہیں، فرصت رہتی ہے

کرنی ہے تو کھُل کے کرو، انکارِ وفا کی بات
بات ادھوری رہ جائے تو حسرت رہتی ہے

شہرِ سخن میں ایسا کچھ کر، عزّت بن جائے
سب کچھ مٹی ہو جاتا ہے، عزّت رہتی ہے

بنتے بنتے ڈھ جاتی ہے دل کی ہر تعمیر
خواہش کے بہروپ میں شاید قسمت رہتی ہے!

سائے لرزتے رہتے ہیں شہروں کی گلیوں میں
رہتے تھے انسان جہاں اب دہشت رہتی ہے

موسم کوئی خُوشبو لے کر آتے جاتے ہیں
ہر پَل دھیان دریچے میں اِک صورت رہتی ہے

چاپ کوئی جو مُڑ جاتی ہے دل دروازے سے
کیا کیا ہم کو رات گئے تک وحشت رہتی ہے!

دھیان میں میلہ سا لگتا ہے بیتی یادوں کا
اکثر اُس کے غم سے دل کی صحبت رہتی ہے

پُھولوں کی تختی پہ جیسے رنگوں کی تحریر
لوحِ سخن پر ایسے امجد شہرت رہتی ہے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

○

جو بھی اُس چشمِ خُوش نگاہ میں ہے
حاکمِ وقت کی پناہ میں ہے

فرق سائل کی ہے صدا میں کچھ!
یا کمی ظرفِ بادشاہ میں ہے ؟

اُس کو اہلِ ہوس نہ سمجھیں گے!
لُطف جو فاصلے کی چاہ میں ہے

داستاں، شب کے جاگنے کی، رقم
آنکھ کے حلقۂ سیاہ میں ہے

حالتِ جنگ ہی میں رہتا ہے
جب سے دل درد کی سپاہ میں ہے

نہیں وہ خواہشِ نجات میں بھی
جو کشش دامنِ گناہ میں ہے!

بے نیازی سہی طبیعت میں
دلبری بھی تو اُس نگاہ میں ہے

رُوح بیدار ہوتی جاتی ہے
دل کسی روشنی کی راہ میں ہے

تیغِ دو دم سے بھی سوا خطرہ
حلقۂ قُربِ بادشاہ میں ہے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

بہت آساں ہے مُدّعی ہونا!
جتنی مشکل ہے سب نباہ میں ہے

کیا یقیں ہو کسی پہ جب، امجد
اپنا ہونا بھی اشتباہ میں ہے!

○

دِل کو حصارِ رنج و اَلم سے نِکال بھی
کب سے بِکھر رہا ہوں مجھے اب سنبھال بھی

آہٹ سی اُس حسین کی ہر سُو تھی، وہ نہ تھا
ہم کو خُوشی کے ساتھ رہا اِک مَلال بھی

سب اپنی اپنی موجِ فنا سے ہیں بے خبر
میرا کمالِ شاعری، تیرا جمال بھی

حُسنِ اَزل کی جیسے نہیں دُوسری مثال
ویسا ہی بے نظیر ہے اُس کا خیال بھی!

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

مت پُوچھ کیسے مرحلے آنکھوں کو پیش تھے
تھا چودھویں کا چاند بھی، وہ خُوش جمال بھی!

جانے وہ دن تھے کون سے اور کون سا تھا وقت!
گڈمڈ سے اب تو ہونے لگے ماہ و سال بھی!

اِک چشمِ التفات کی پیہم تلاش میں
ہم بھی اُلجھتے جاتے ہیں، لمحوں کا جال بھی!

دنیا کے غم ہی اپنے لیے کم نہ تھے کہ اور
دل نے لگا لیا ہے یہ تازہ وبال بھی!

اِک سرسری نگاہ تھی، اِک بے نیاز چُپ
میں بھی تھا اُس کے سامنے، میرا سوال بھی!

آتے دنوں کی آنکھ سے دیکھیں تو یہ کھُلے
سب کچھ فنا کا رِزق ہے ماضی بھی حال بھی!

تم دیکھتے تو ایک تماشے سے کم نہ تھا
آشفتگانِ دشتِ محبّت کا حال بھی!

اُس کی نگاہِ لُطف نہیں ہے، تو کچھ نہیں
امجد یہ سب کمال بھی، صاحبِ کمال بھی!

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

○

جو دیکھنے کا تمھیں اہتمام کرتے ہیں
زمیں سے جُھک کے ستارے کلام کرتے ہیں

تو آؤ آج سے ہم ایک کام کرتے ہیں
وفا کے نام سبھی صبح و شام کرتے ہیں

یہ راستہ ہے مگر ہجرتی پرندوں کا
یہاں سمے کے مُسافر قیام کرتے ہیں

وفا کی قبر پہ کب تک اِسے جلا رکھیں
سو یہ چراغ ہواؤں کے نام کرتے ہیں

کبھی جو بام پہ ٹھہرے تو چاند رُک جائے
غزال دیکھ کے اُس کو خرام کرتے ہیں

(ق)

یہ اہلِ درد کی بستی ہے زرگروں کی نہیں
یہاں دِلوں کا بہت احترام کرتے ہیں

جہاں پناہوں کی جانب نظر نہیں کرتے
غریبِ شہر کو جُھک کر سلام کرتے ہیں

ہے اِن کی چشمِ توجّہ میں روشنی ایسی
کہ جیسے اِس میں ستارے قیام کرتے ہیں

یہاں پہ سکّۂ اہلِ ریا نہیں چلتا
کہ اہلِ درد نظر سے کلام کرتے ہیں

یہ حق پرست ہیں کیسے عجیب سوداگر
فنا کی آڑ میں کارِ دوام کرتے ہیں

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

جہاں جہاں پہ گرا ہے لہو شہیدوں کا
وہاں وہاں پہ فرشتے سلام کرتے ہیں

نہ گھر سے اِن کو ہے نسبت نہ کوئی نام سے کام
دِلوں میں بستے، نظر میں مقام کرتے ہیں

رواجِ اہلِ جہاں سے انھیں نہیں مطلب
کہ یہ تو رسمِ محبّت کو عام کرتے ہیں

جہاں میں ہوتے ہیں ایسے بھی کچھ ہُنر والے
جو اِک نگاہ میں اَمجد غلام کرتے ہیں

○

حسابِ عُمر کا اِتنا سا گوشوارا ہے
تمھیں نکال کے دیکھا تو سب خسارا ہے

کسی چراغ میں ہم ہیں، کسی کنول میں تُم
کہیں جمال ہمارا کہیں تمھارا ہے

وہ کیا وصال کا لمحہ تھا جس کے نشّے میں
تمام عُمر کی فرقت ہمیں گوارا ہے

ہر اک صدا جو ہمیں بازگشت لگتی ہے
نجانے ہم ہیں دوبارا کہ یہ دوبارا ہے!

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

وہ منکشف مِری آنکھوں میں ہو کہ جلوے میں
ہر ایک حُسن کسی حُسن کا اشارا ہے

عجب اُصول ہیں اِس کاروبارِ دُنیا کے
کسی کا قرض کسی اور نے اُتارا ہے

کہیں یہ ہے کوئی خوشبو کہ جس کے ہونے کا
تمام عالمِ موجود، استعارا ہے

نجانے کب تھا! کہاں تھا! مگر یہ لگتا ہے
یہ وقت پہلے بھی ہم نے کبھی گزارا ہے

یہ دو کنارے تو دریا کے ہو گئے، ہم تم!
مگر وہ کون ہے جو تیسرا کنارا ہے!

اے گردشِ حیات کبھی تو دِکھا وہ نیند
جس میں شبِ وصال کا نشّہ ہو، لا وہ نیند

ہرنی سی ایک آنکھ کی مستی میں قید تھی
اِک عُمر جس کی کھوج میں پھرتا رہا، وہ نیند

پُھوٹیں گے اَب نہ ہونٹ کی ڈالی پہ کیا گلاب!
آئے گی اب نہ لوٹ کے آنکھوں میں کیا، وہ نیند!

کُچھ رُت جگے سے جاگتی آنکھوں میں رہ گئے
زنجیرِ انتظار کا تھا سلسلہ، وہ نیند

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

دیکھا کچھ اِس طرح سے کسی خوش نگاہ نے
رُخصت ہُوا تو ساتھ ہی لیتا گیا وہ ، نیند

خُوشبو کی طرح مجھ پہ جو بکھری تمام شب
میں اُس کی مست آنکھ سے چُنتا رہا، وہ نیند

گھومی ہے رتجگوں کے نگر میں تمام عمر
ہر رہگذارِ درد سے ہے آشنا، وہ نیند

تُو جس کے بعد حشر کا میلہ سجائے گا!
میں جس کے انتظار میں ہُوں، اے خُدا، وہ نیند!

امجد ہماری آنکھ میں لوٹی نہ پھر کبھی
اُس بے وفا کے ساتھ گئی بے وفا، وہ نیند

○

اہلِ نظر کی آنکھ میں تاج و کلاہ کیا!
سایا ہو جن پہ دَرد کا، اُن کو پناہ کیا؟

ٹھہرا ہے اِک نگاہ پہ سارا مقدّمہ
کیسے وکیل! کون سا مُنصف! گواہ کیا!

کرنے لگے ہو آٹھوں پہر کیوں خُدا کو یاد؟
اُس بُت سے ہو گئی ہے کوئی رسم و راہ کیا؟

اے ربِّ عدل تُو مری فردِ عمل کو چھوڑ
بس یہ بتا کہ اِس میں ہے میرا گُناہ کیا؟

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

سارے فراق سال دُھواں بن کے اُڑ گئے
ڈالی ہمارے حال پہ اُس نے نگاہ کیا !

کیا دل کے بعد آبروئے دِل بھی رَول دیں
دکھلائیں اُس کو جا کے یہ حالِ تباہ کیا ؟

جو جتنا کم بساط ہے، اُتنا ہے معتبر
یارو یہ اہلِ فقر کی ہے بارگاہ، کیا !

کیسے کہیں کہ کر گئی اِک ثانیے کے بیچ
جادُو بھری وہ آنکھ، وہ جھُکتی نگاہ کیا !

(ق)

وہ بر بنائے جبر ہو یا اقتضائے صبر
ہر بُولہوس سے کرتے رہو گے نباہ کیا ؟
ہر شے کی مثل ہو گی کوئی بے کسی کی حد !
اِس شہرِ بے ہُنر کا ہے دِن بھی سیاہ کیا ؟

رستے میں تھیں غنیم کے پھُولوں کی پتّیاں
سالار بک گئے تھے تو کرتی سپاہ کیا !

دِل میں کوئی اُمّید نہ آنکھوں میں روشنی
نکلے گی اِس طرح کوئی جینے کی راہ کیا ؟

امجد نزولِ شعر کے کیسے بنیں اُصول !
سیلاب کے لیے کوئی ہوتی ہے راہ کیا ؟

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

عمر اک خواب سجانے میں گئی
تیری تصویر بنانے میں گئی

کٹ گئی کچھ تو غمِ ہجراں میں
اور کچھ ملنے ملانے میں گئی

ایک شعلہ سا کبھی لپکا تھا
زندگی آگ بجھانے میں گئی

ایسے سودے میں تو گھاٹا ہے، اگر
آبرو، سر کے بچانے میں گئی!

تم بھی چاہو تو نہیں بن سکتی
بات، جو بات بنانے میں گئی

رہ گئی کچھ تو ترے سُننے میں
اور کچھ اپنے سنانے میں گئی

عُمر بھر کی تھی کمائی میری
جو ترے بام پہ آنے میں گئی

عکس در عکس فقط حیرت تھی
عقل جب آئنہ خانے میں گئی

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

○

کسی کی دُھن میں، کسی کے گُماں میں رہتے ہیں
ہم ایک خواب کی صُورت جہاں میں رہتے ہیں

ہمارے اشک چمکتے ہیں اُس کی آنکھوں میں
زمیں کا رزق ہیں اور آسماں میں رہتے ہیں

جو لوگ کرتے ہیں دُنیا سے سُود کی خواہش
ہمیشہ گردشِ دورِ زیاں میں رہتے ہیں

نظر کے سامنے، آبِ رواں کے ہوتے ہُوئے
جو اہلِ صبر ہیں، تشنہ لباں میں رہتے ہیں

ہر اِک بھنور سے زیادہ تباہ کار ہیں یہ
جو چند خوف پھٹے بادباں میں رہتے ہیں

اُنھی کے دم سے ہے جاری یہ روشنی کا سفر
جو دل چراغ کی صُورت جہاں میں رہتے ہیں

یہ اہلِ درد ہیں اِن کا چلن ہے سب سے الگ
مکان رکھتے ہیں اور لامکاں میں رہتے ہیں

یہ جان کر بھی کہ انتم ہے بھُربھری مٹی
یہ لوگ خواہشِ نام و نِشاں میں رہتے ہیں!

کسی سراب کی صُورت، کسی گُماں کی طرح
ہم اپنے ہست کی ریگِ رواں میں رہتے ہیں

سمے کا چاک ہے اور خاک ہے حوادث کی
زمین زاد، سدا امتحاں میں رہتے ہیں

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

یہ معجزہ جو نہیں ہے تو اور کیا ہے، جاں!
کہ آگ آگ ہیں اور خاکداں میں رہتے ہیں

ہمارے بختِ ستم ساز کا کمال ہے یہ
گُلِ بہار ہیں لیکن خزاں میں رہتے ہیں

حصارِ دشت میں متروک راستوں کی طرح
ہمارے گیت، ترے گُلستاں میں رہتے ہیں

مکاں کی قید سے، حدِّ زمان سے باہر
ہم اپنے ذہن کی موجِ رواں میں رہتے ہیں

غموں کی دُھوپ سے ڈرتے نہیں ہیں وہ امجد
کسی نگاہ کے جو سائباں میں رہتے ہیں

ہمارے سارے خواب، جاں!
تری ہی سمت ہیں رواں

یہی اُدھورے راستے
ہیں منزلوں کے ترجماں

بچھی ہُوئی زمین پر
جُھکے ہیں سات آسماں

بنیں گی اَبر ایک دن،
یہ چھوٹی چھوٹی بدلیاں

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

ہے لفظ لفظ روشنی
صداقتوں کے درمیاں

(ق)

جو زندگی فروش تھے
وہی ہیں شہر کی زباں

جو خود زمیں کا بوجھ ہیں
بنے ہیں میرِ کارواں

جو روشنی کے چور تھے
وہی ہیں روشنی نشاں

(ق)

غلام سر اُٹھائیں گے
کہاں تھا تخت کو گماں!

زمین کھا گئی اُنھیں
جو بن رہے تھے آسماں

جو زندگی کا حُسن تھے
وہ لوگ رہ گئے کہاں

بہت تلاش ہو چکی
بس اب تو تھک گئے میاں

کہاں ہیں میرے ہم نفس
کہاں ہیں میرے ہم زباں!

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

یوں تو کیا چیز زندگی میں نہیں
جیسے سوچی تھی اپنے جی میں، نہیں

دِل ہمارا ہے چاند کا وہ رُخ
جو ترے رُخ کی روشنی میں، نہیں

سب زمانوں کا حال ہے اِس میں
اِک وہی شام، جنتری میں نہیں!

ہیں خلاؤں میں کتنی دُنیائیں
جو کسی حدِّ آگہی میں نہیں!

ہو کلیسا، حرم کہ بُت خانہ
فرق ان میں ہے، بندگی میں نہیں

ایک اِنساں ہے، زندگی جیسا
اور وہ میری زندگی میں نہیں!

تُو نہیں، تیرا غم ہے چاروں طرف
جس طرح چاند، چاندنی میں نہیں

اَجر تو صَبر کے جلو میں ہے
موجِ دریا میں، تشنگی میں نہیں

ایک بے نام سے خلا کے سوا
کون سا رنگ، کافری میں نہیں!

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

ایک گردابِ بےخُودی کے سِوا
کیا تماشا ہے جو خُودی میں نہیں!

ہے ہمارا وہ مُدّعا امجد
کوئی بھی جس کی پَیروی میں نہیں

○

اَب تک نہ کھُل سکا کہ مرے رُوبرو ہے کون!
کِس سے مکالمہ ہے! پسِ گفتگو ہے کون!

سایا اگر ہے وہ تو ہے اُس کا بدن کہاں؟
مرکز اگر ہوں میں تو مِرے چار سُو ہے کون!

ہر شے کی ماہیت پہ جو کرتا ہے تُو سوال
تجھ سے اگر یہ پُوچھ لے کوئی کہ تُو ہے کون!

اشکوں میں جھلملاتا ہُوا کِس کا عکس ہے!
تاروں کی رہگذار میں یہ ماہ رُو ہے کون!

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

باہر کبھی تو جھانک کے کھڑکی سے دیکھتے،
کس کو پکارتا ہُوا یہ کُو بہ کُو ہے کون!

آنکھوں میں رات آگئی لیکن نہیں کھُلا
میں کس کا مدّعا ہُوں؟ مری جستجو ہے کون!

کس کی نگاہِ لُطف نے موسم بدل دیئے
فصلِ خزاں کی راہ میں یہ مُشکبو ہے کون!

بادل کی اوٹ سے کبھی تاروں کی آڑ سے
چُھپ چُھپ کے دیکھتا ہُوا یہ حیلہ جُو ہے کون!

تارے ہیں آسمان میں جیسے زمیں پہ لوگ
ہر چند ایک سے ہیں مگر ہُوبہو ہے کون!

ہونا تو چاہیے کہ یہ میرا ہی عکس ہو!
لیکن یہ آئینے میں مرے رُو برُو ہے کون!

اِس بے کنار پھیلی ہُوئی کائنات میں
اِس کو خبر کہ کون ہوں مَیں! اور تُو ہے کون!

سارا فساد بڑھتی ہُوئی خواہشوں کا ہے
دِل سے بڑا جہان میں امجدؔ عدُو ہے کون!

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

○

گردِ سفر میں بھول کے منزل کی راہ تک
پھر آ گئے ہیں لوگ نئی قتل گاہ تک

اِک بے کسی کا جال ہے پھیلا چہار سُو
اِک بے بسی کی دُھند ہے دِل سے نگاہ تک

بالائے سطحِ آب تھے جتنے تھے بے خبر
اُبھرے نہیں ہیں وہ کہ جو پہنچے ہیں تھاہ تک

اِک دُوسرے پہ جان کا دینا تھا جس میں کھیل
اب رہ گیا ہے صرف وہ رشتہ نباہ تک

اہلِ نظر ہی جانے ہیں کیسے اُفق مثال!
حدِّ ثواب جاتی ہے حدِّ گناہ تک

زنجیرِ عدل اب نہیں کھینچے گا کوئی ہاتھ
رُلنے ہیں اب تو پاؤں میں تاج و کُلاہ تک

پھُولوں سے اِک بھری ہُوئی بستی یہاں پہ تھی
اب دل پہ اس کا ہوتا نہیں اشتباہ تک

آتی ہے جب بہار تو آتی ہے ایک ساتھ
باغوں سے لے کے دشت میں اُگتی گیاہ تک

جانا ہے ہم کو خواب کی کشتی میں بیٹھ کر
کاجل سے اِک بھری ہُوئی چشمِ سیاہ تک

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

جذبات بُجھ گئے ہوں تو کیسے جلے یہ دِل
میر سپہ کا نام ہے اُس کی سپاہ تک

امجد اب اس زمین پہ آنے کو ہے وہ دِن
عالم کے ہاتھ پہنچیں گے عالم پناہ تک

○

دِل کے کہنے پہ جب لڑے تم تھے
پھر زمانے سے کیوں ڈرے تم تھے

نقش تھے ہاتھ کی لکیروں میں
دسترس سے مگر پرے تم تھے

لاکھ پھیلا، سمٹ نہ پائے تم
دل کی اوقات سے بڑے تم تھے

ہم نے جس رہ کا انتخاب کیا
اُس کے ہر موڑ پر کھڑے تم تھے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

اک شرارِ گماں کی مانند!
دھیان کی راکھ میں پڑے تم تھے

(ق)

جانے کس لہر میں تھا میں سرشار!
جانے کس موج میں ہرے تم تھے!

ہاتھ کے لمس سے چھلک اُٹھے
جامِ مے کی طرح بھرے تم تھے

کیا تھا! جس میں اُلجھ گیا تھا میں
جانے کس بات پر اَڑے تم تھے؟

ایک ہی لمحۂ خموشی میں
حدِّ آواز سے پرے تم تھے

○

یہ بولتے ہوئے لمحے یہ ڈولتی ہوئی شام
ترے جمال کے صدقے، ترے وصال کے نام

خُدا کرے سَدا کھلتے رہیں — چلیں یوں ہی
ترے لبوں کے ستارے تری نظر کے جام

ترے بدن کی پہیلی میں رُک گئی خوشبو
ترے لباس پہ آ کر ہوئے ہیں رنگ تمام

طلسمِ بندِ قبا سے ہیں اُنگلیاں روشن
لہو میں آگ کی صورت اُتر رہی ہے شام

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

مہک وفا کی سدا ساتھ ساتھ چلتی رہے
محبتوں کے سفر کا بخیر ہو انجام

متاعِ درد تو ورثہ ہے آنکھ والوں کا
تجھے یہ زخم مبارک ہو اے دلِ ناکام!

بھٹک رہے ہیں کسی خواب کی طرح کب سے
اِس آس پہ کہ تری آنکھ میں کریں آرام

میں اُس گلی سے گزرتا ہوں بار بار امجد
کبھی تو بام پہ آئے گا میرا ماہِ تمام

کلام کرتی نہیں بولتی بھی جاتی ہے
تری نظر کو یہ کیسی زبان آتی ہے!

کبھی کبھی مجھے پہچانتی نہیں وہ آنکھ
کبھی چراغ سے چاروں طرف جلاتی ہے

عجب تضاد میں پلتی ہے تیرے وصل کی آس
کہ ایک آگ بجھاتی ہے اِک لگاتی ہے

وہ دیکھتی ہے مجھے ایسی مست نظروں سے
مرے لہو میں کوئی آگ سرسراتی ہے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

یہ چار سُو کا اندھیرا سمٹنے لگتا ہے
کچھ اِس طرح تری آواز جگمگاتی ہے

یہ کوئی اور نہیں آگ ہے یہ اندر کی
بدن کی رات میں جو روشنی بچھاتی ہے

میں اس کو دیکھتا رہتا ہُوں رات ڈھلنے تک
جو چاندنی تری گلیوں سے ہو کے آتی ہے

یہ روشنی بھی عطا ہے تری محبّت کی
جو میری رُوح کے منظر مجھے دکھاتی ہے

اُمیدِ وصل بھی امجد ہے کانچ کی چُوڑی
کہ پہننے میں کئی بار ٹوٹ جاتی ہے

○

لبوں پہ رُکتی، دِلوں میں سما نہیں سکتی
وہ ایک بات جو لفظوں میں آ نہیں سکتی

جو دِل میں ہو نہ زرِ غم تو اشک پانی ہے
کہ آگ خاک کو کُندن بنا نہیں سکتی!

یقیں گمان سے باہر تو ہو نہیں سکتا
نظر خیال سے آگے تو جا نہیں سکتی!

دِلوں کی رمز فقط اہلِ درد جانتے ہیں
تری سمجھ میں مری بات آ نہیں سکتی

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

یہ سوزِ عشق تو گونگے کا خواب ہے جیسے
مری زباں، مری حالت بتا نہیں سکتی

(ق)

سمٹ رہی ہے مرے بازوؤں کے حلقے میں
حیا کے بوجھ سے پلکیں اُٹھا نہیں سکتی

جو کہہ رہا ہے سُلگتا ہُوا بدن اُس کا
بتا بھی پاتی نہیں اور چھُپا نہیں سکتی

اِک ایسے ہجر کی آتش ہے میرے دل میں جسے
کسی وصال کی بارش بُجھا نہیں سکتی

تو جو بھی ہونا ہے امجدؔ یہیں پہ ہونا ہے
زمیں مدار سے باہر تو جا نہیں سکتی!

○

یہ گردبادِ تمنّا میں گھُومتے ہُوئے دِن
کہاں پہ جا کے رُکیں گے یہ بھاگتے ہُوئے دِن!

غروب ہوتے گئے رات کے اندھیروں میں
نویدِ امن کے سُورج کو ڈھونڈتے ہُوئے دِن

نجانے کون خلا کے یہ استعارے ہیں!
تُمھارے ہجر کی گلیوں میں گُونجتے ہُوئے دِن

نہ آپ چلتے، نہ دیتے ہیں راستہ ہم کو
تھکی تھکی سی یہ شامیں، یہ اُونگھتے ہُوئے دِن

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

پھر آج کیسے کٹے گی پہاڑ جیسی رات!
گزر گیا ہے یہی بات سوچتے ہُوئے دِن

تمام عُمر مِرے ساتھ ساتھ چلتے رہے
تجھے تلاشتے، تجھ کو پکارتے ہُوئے دِن

ہر ایک رات جو تعمیر پھر سے ہوتی ہے
کٹے گا پھر وہی دیوار چاٹتے ہُوئے دِن

مِرے قریب سے گزُرے ہیں بارہا امجد
کسی کے وصل کے وعدے کو دیکھتے ہُوئے دِن

○

جو رستہ بھی دل نے چُنا ہے
تیرے غم کی سمت کھُلا ہے

پانی پر جو حرف لکھا تھا
دیکھو، کیسے ٹھہر گیا ہے

ڈھلتی شام کے سائے سائے
تُو ہے، تیرا غم ہے، کیا ہے!

آگ بجُھے تو مُدّت گزُری
آنکھوں میں کیا پھیل رہا ہے؟

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

ایک سوال بِلا تھا، مجھ کو
میں نے تجھ کو مانگ لیا ہے

یوں لگتا ہے جیسے کوئی
مجھ کو مسلسل دیکھ رہا ہے

شام کی اُنگلی تھام کے سُورج
بھُوکا پیاسا لوٹ رہا ہے

طشتِ فلک میں تارے بھر کر
چاند کِسے مِلنے جاتا ہے!

بارش کی آواز سے امجد
شہر کا چہرہ کِھل اُٹھا ہے

○

ربط ہے نہ معانی، کہیں تو کِس سے کہیں!
ہم اپنے غم کی کہانی، کہیں تو کِس سے کہیں!

ہلیں ہیں برف کی سینوں میں اب دِلوں کی جگہ
یہ سوزِ دردِ نہانی، کہیں تو کِس سے کہیں!

نہیں ہے اہلِ جہاں کو خُود اپنے غم سے فراغ
ہم اپنے دِل کی گرانی، کہیں تو کِس سے کہیں!

پلٹ رہے ہیں پرندے، بہار سے پہلے
عجیب ہے یہ نشانی، کہیں تو کِس سے کہیں!

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

نئے سخن کی طلب گار ہے، نئی دُنیا
وہ ایک بات پرانی، کہیں تو کس سے کہیں

نہ کوئی سُنتا ہے امجدؔ نہ مانتا ہے اِسے
حدیثِ شامِ جوانی، کہیں تو کس سے کہیں!

○

دُنیا کا کچھ بُرا بھی تماشا نہیں رہا
دِل چاہتا تھا جس طرح ویسا نہیں رہا

تُم سے ملے بھی ہم تو جُدائی کے موڑ پر
کشتی ہُوئی نصیب تو دریا نہیں رہا

کہتے تھے ایک پَل نہ جئیں گے ترے بغیر
ہم دونوں رہ گئے ہیں وہ وعدہ نہیں رہا

کاٹے ہیں اِس طرح سے ترے بعد روز و شب
ہیں سانس لے رہا تھا پہ زندہ نہیں رہا

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

آنکھیں بھی دیکھ دیکھ کے خواب آ گئی ہیں تنگ
دِل میں بھی اب وہ شوق، وہ پکا نہیں رہا

کیسے ملائیں آنکھ، کسی آئنے سے ہم
امجد ہمارے پاس تو چہرہ نہیں رہا

○

کچھ اس طرح دیکھا کسی بے وفا نے
غضب ہو گئے چند آنسو چھپانے

علی الرغمِ دُنیا پھر اس بار بھی ہم
ڈٹے ہیں ترے سامنے اے زمانے!

وُہی خُونِ آدم کی بے چارگی ہے
وہی ہیں جبینیں، وہی آستانے!

مقدّر نہ بدلا تو مجبُور ہو کر
خُدا کتنے بدلے ہیں خلقِ خُدا نے!

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

کسی بے وفا کو نہ قسمت دِکھائے
ہمیں جو دکھایا ہماری وفا نے

کچھ اِس طرح رہتے ہیں ہم پاس اس کے
کہ جیسے گھروں میں کھلونے پرانے

جو کچھ دیکھا جو سوچا ہے وُہی تحریر کر جائیں !
جو کاغذ اپنے حصّے کا ہے وہ کاغذ تو بھر جائیں!

نشے میں نیند کے تارے بھی اِک دُوجے پہ گرتے ہیں
تھکن رستوں کی کہتی ہے چلو اب اپنے گھر جائیں

کچھ ایسی بے حسی کی دُھند سی پھیلی ہے آنکھوں میں
ہماری صُورتیں دیکھیں تو آئینے بھی ڈر جائیں

نہ ہمت ہے غنیمِ وقت سے آنکھیں ملانے کی
نہ دِل میں حوصلہ اِتنا کہ مٹّی میں اُتر جائیں

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

گُلِ اُمید کی صُورت ترے باغوں میں رہتے ہ
کوئی موسم ہمیں بھی دے کہ اپنی بات کر جائیں

دیارِ دشت میں ریگِ رواں جن کو بناتی ہے
بتا اے منزلِ ہستی کہ وہ رستے کدھر جائیں

تو کیا اے قاسمِ اشیاء، یہی آنکھوں کی قسمت ہے
اگر خوابوں سے خالی ہوں تو پچھتاووں سے بھر جائیں

جو بخشش میں ملے امجد، تو اُس خُوشبو سے بہتر ہے
کہ اس بے فیض گلشن سے بندھی مُٹھی گزر جائیں

○

ھکی تھکی سی تنہائی ہے گھُٹی گھُٹی بیزاری ہے
ہ کیسے گرداب میں ہم نے کشتیٔ خواب اُتاری ہے

شمس و قمر کے جادُو گھر میں، بحر و بَر کی حیرت میں
یوں لگتا ہے جیسے اب تک "کُن" کا کلمہ جاری ہے

عاک اور خُوں کا رِزق کیے ہیں کتنے رنگ اور کتنے نقش
صفحۂ جاں پر تب جا کر یہ اِک تصویر اُبھاری ہے

رُح کے اندر جتنے دیئے ہیں سب ہی جلا لو آج کی رات
جاگنے والو آج کی شب کا لمحہ لمحہ بھاری ہے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

دشتِ وفا کے پیڑ عجب ہیں پھل بھی نہیں چھاؤں بھی نہیں
اور سفر میں آنے والا اِک اِک چشمہ کھاری ہے

تو یہ چراغِ آزادی کی امجدؔ قائم دائم ہو
میرے بڑوں نے اپنے لہو سے اس کی نذر اُتاری ہے

○

کوئی خواب دشتِ فراق میں سرِ شام چہرہ کشا ہُوا
مری چشمِ تر میں رُکا نہیں کہ تھا رتجگوں کا ڈسا ہُوا

مرے دِل کو رکھتا ہے شادماں مرے ہونٹ رکھتا ہے گُل فشاں
وہی ایک لفظ جو آپ نے مِرے کان میں ہے کہا ہُوا

ہے نگاہ میں مری آج تک وہ نگاہ کوئی جھکی ہُوئی
وہ جو دھیان تھا کسی دھیان میں، وہیں آج بھی ہے لگا ہُوا

مرے رتجگوں کے فشار میں، مری خواہشوں کے غبار میں
وُہی ایک وعدہ گلاب سا سرِ نخلِ جاں ہے کھِلا ہُوا

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

تری چشمِ خُوش کی پناہ میں کسی خواب زار کی راہ میں
مرے غم کا چاند ٹھہر گیا کہ تمام رات بھر کا تھکا ہُوا

ہے یہ مختصر، رہِ عشق پر، نہیں آپ ہم رہے ہم سفر
تو ہو کس لیے یہ مباحثہ، کہاں! کون! کیسے! جُدا ہُوا

کسی دل کُشا سی پُکار سے اُسی ایک بادِ بہار سے
کہیں برگ برگ نمو ملی، کہیں زخم زخم ہَرا ہُوا

ترے شہرِ عدل سے آج کیا سبھی دَرد مند چلے گئے
نہیں کاغذی کوئی پیرہن، نہیں ہاتھ کوئی اُٹھا ہُوا

○

پہلو سے اُٹھ کے آپ کچھ ایسی اَدا سے کل گئے
بجھ گیا شعلۂ نوا، تاروں کے پھُول جَل گئے

حشر کے دن پہ جا پڑا، تیرا مرا معاملہ
یعنی ادق مقام تھے، اچھّا ہُوا کہ ٹل گئے

زد پہ کوئی ہدف نہ تھا، تانی ہوئی کماں نہ تھی
ترکشِ جاں کے تیر سب اپنی ہی سمت چل گئے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

آئینۂ ماہ و سال میں ہم تجھے جوڑتے رہے
آنکھوں میں دُھند بھر گئی، عکس بدل بدل گئے

ہم نے ترے خیال میں ڈھونڈا ترے جمال کو
لفظوں کی دیکھ بھال میں معنی کہیں نکل گئے

○

جاہ کی خواہشِ بے فیض پہ مرنے والے
کسی اِنسان کی عزّت نہیں کرنے والے

وہی اب شہر کی نظروں میں ثنا ور ٹھہرے
لبِ دریا جو کھڑے تھے کئی ڈرنے والے

کس قدر خواب ابھی شعر بنانے ہیں، ہمیں
کتنے خاکوں میں ابھی رنگ ہیں بھرنے والے!

وقت پر زور نہیں، عمر چلی جاتی ہے
سینکڑوں کام پڑے ہیں ابھی کرنے والے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

بھول ہو گی تو اُسے دِل سے کریں گے تسلیم
ہم نہیں دوش کسی اور پہ دھرنے والے

دیکھ لے آنکھ اُٹھا کر ہمیں اے سیلِ ہوس
نہیں اِس شہر کے سب لوگ بِکھرنے والے

پیار بٹنے سے کبھی ختم نہ ہو گا امجد
دل کے دریا تو نہیں ہوتے اُترنے والے

○

باغِ جہاں سے صُورتِ شبنم چلے گئے
کیا کیا کُلاہ و مسند و پرچم چلے گئے

ہم تک خُود اپنی گھُوم کے آنے لگی صدا
کیا سب نوائے درد کے محرم چلے گئے؟

اُن کا حساب کون دے اے ربِّ نطق و صوت؟
جو حرف، ناشنیدہ و مبہم چلے گئے

تُم نے نگاہ پھیر کے دیکھا بس ایک پل
اُس ایک پل میں کتنے ہی موسم چلے گئے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

عالم وُہی ہے آج بھی، لیکن جو دیکھیے!
جتنے تھے لوگ اُتنے ہی عالم، چلے گئے

روشن اُسی طرح سے ہے اہلِ ہُنر کی خاک
ساغر کے ساتھ ساتھ کئی جم، چلے گئے

جاگا نہ نخلِ دارِ وفا پر کوئی چراغ
امجد تو سر کو شمع کیے، ہم، چلے گئے

○

دِل ترے غم کی بارگاہ میں ہے
جیسے قیدی حضورِ شاہ میں ہے

شہر والوں کو کچھ خبر ہی نہیں
کیسا سیلاب آج راہ میں ہے

ہے تعلّق تو ایک سادہ لفظ
پھیر جو بھی ہے وہ نباہ میں ہے

حادثہ ہو چکا کہ ہونا ہے!
بھیڑ کیسی یہ شاہراہ میں ہے!

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

سر میں بھی ہو یہ لازمی تو نہیں !
جو فضیلت کسی کلاہ میں ہے !

دیکھنے میں تو ایک ہے دریا
سطح پر وہ نہیں جو تھاہ میں ہے

ہم کسی تیسرے کی منزل ہیں
دل کسی دُوسرے کی راہ میں ہے

(ق)

رُوحِ درویش تو ہے لنگر میں
اور بدن اُس کا خانقاہ میں ہے

فیض وہ ہے جو خلق کو پہنچے
کب یہ پتّھر کی بارگاہ میں ہے!

اُس کو رنگِ جہاں سے کیا ڈرنا
جو تری چشم کی پناہ میں ہے

(ق)

وہ سیاہی تو رات میں بھی نہیں
جو مرے نامۂ سیاہ میں ہے

جیسے دُکّانِ شیشہ گر میں بیل
وقت ، یُوں دل کی کارگاہ میں ہے

گردبادِ وفا کی منزل ہی
دامنِ دشتِ بے پناہ میں ہے

نارسا بخت کا گِلہ کیسا !
جب سفر ہی تمام راہ میں ہے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

درد وہ مضمحل پرندہ ہے
جس کا گھر ہی دلِ تباہ میں ہے

کب سے میں نے پلک نہیں جھپکی!
کوئی امجد مری نگاہ میں ہے!

○

ہے محبّت کا سلسلہ کچھ اور
درد کچھ اور ہے دوا کچھ اور!

غم کا صحرا عجیب صحرا ہے
جتنا کاٹا یہ بڑھ گیا کچھ اور

کیسی قسمت ہے آنکھ والوں کی!
ہر تماشے میں دیکھنا کچھ اور

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

عمر ساری تضاد میں گزری
ہونا کچھ اور، سوچنا کچھ اور

بھیڑ میں آنسوؤں کی سُن نہ سکا
تم نے شاید کہا تو تھا کچھ اور!

کم نہیں وصل سے فراق ترا
اِس زیاں میں ہے فائدہ کچھ اور

دل کسی شے پہ مُطمئن ہی نہیں
مانگتا ہے یہ اژدہا، کچھ اور

تیرے غم میں حسابِ عمرِ رواں
جتنا جوڑا، بِکھر گیا کچھ اور

وصل کی رات کاٹنے والے
ہے شبِ غم کا ذائقہ کچھ اور

ہر طرف بھیڑ تھی طبیبوں کی
روگ بڑھتا چلا گیا کچھ اور

کٹ گئے دھار پہ زمانے کی
ہم سے امجد نہ ہو سکا کچھ اور

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

اِک نام کی اُڑتی خُوشبو میں اِک خواب سفر میں رہتا ہے
اِک بستی آنکھیں ملتی ہے، اِک شہر نظر میں رہتا ہے

کیا اہلِ ہُنر، کیا اہلِ شَرف، سب ٹکڑے ردّی کاغذ کے
اِس دَور میں ہے وہ شخص بڑا جو روز خبر میں رہتا ہے

پانی میں روز بہاتا ہے اِک شخص دیئے اُمّیدوں کے
اور اگلے دن تک پھر ان کے ہمراہ بھنور میں رہتا ہے

اِک خوابِ ہُنر کی آہٹ سے کیا آگ لہُو میں جلتی ہے
کیا لہر سی دل میں چلتی ہے! کیا نشّہ سر میں رہتا ہے

جو پیڑ پہ لکھی جاتی ہے، جو گیلی ریت سے بنتا ہے
کون اُس تحریر کا وارث ہے! کون ایسے گھر میں رہتا ہے!

ہر شام، سُلگتی آنکھوں کو، دیوار میں چُن کر جاتی ہے
ہر خواب، شکستہ ہونے تک، زنجیرِ سحر میں رہتا ہے!

یہ شہر کتھا بھی ہے امجدؔ اِک قصّہ سوتے جاگتے کا!
ہم دیکھیں جس کردار کو بھی جادُو کے اثر میں رہتا ہے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

محبّت کا ثمر ملتا نہیں ہے
یہ سکّہ اب کہیں چلتا نہیں ہے

ہمیں کیا جو سخن دُنیا میں گونجا
جسے سُننا تھا وہ سُنتا نہیں ہے

ہم اہلِ دل، سرِ بازار دُنیا
کھڑے ہیں، راستہ ملتا نہیں ہے

سفر جاری اگر ہے رہنماؤ !
تو پھر کیوں فاصلہ گھٹتا نہیں ہے

تم اپنے بادباں کھولو نہ کھولو
سمندر تو کبھی رُکتا نہیں ہے !

ہَری رہتی ہے کشتِ دل ہمیشہ
کسی رُت میں اِسے چنتا نہیں ہے

سحر سے شام ہونے آگئی ہے
کوئی دردآشنا ملتا نہیں ہے

ہمارا دل ہے یوں قصرِ جہاں میں
وہ پتّھر، جو کہیں لگتا نہیں ہے

ہوائے شامِ غم بوجھل ہے اِتنی
چراغِ آرزو جلتا نہیں ہے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

زمانہ آپ ہی بدلے تو بدلے
کسی کا زور تو چلتا نہیں ہے

نہیں امجد کوئی قیمت وفا کی
یہ سودا اب یہاں بکتا نہیں ہے

○

اِک سرابِ سیمیا میں رہ گئے
لوگ جو بیم و رجا میں رہ گئے

کس شبِ نغمہ کی ہیں یہ یادگار!
چند نوحے جو ہوا میں رہ گئے

پی لیے کچھ اشک پاسِ عشق نے
کچھ فشارِ التجا میں رہ گئے

کھو گئے کچھ حرفِ دشتِ ضبط میں
کچھ غبارِ مدّعا میں رہ گئے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

چند جستوں کا یہ سارا کھیل ہے
رہ گئے، جو ابتدا میں، رہ گئے

سبز سایہ دار پیڑوں کی طرح
رفتگاں، دشتِ وفا میں رہ گئے

حاصلِ عمرِ رواں، وہ وقت، جو
ہم تری آب و ہوا میں رہ گئے

ہے لہو کا قافلہ اب تک رواں
اور قاتل، کربلا میں رہ گئے

ہم ہیں امجد اُن حقائق کی طرح
جو بیانِ واقعہ میں رہ گئے

○

دستک کسی کی ہے کہ گماں دیکھنے تو دے!
دروازہ ہم کو تیز ہوا، کھولنے تو دے!

اپنے لہو کی تال پہ خواہش کے مور کو،
اے دشتِ احتیاط! کبھی ناچنے تو دے

سودا ہے عمر بھر کا، کوئی کھیل تو نہیں
اے چشمِ یار، مجھ کو ذرا سوچنے تو دے!

اُس حرفِ "کُن" کی ایک امانت ہے میرے پاس
لیکن یہ کائنات مجھے بولنے تو دے!

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

شاید کسی لکیر میں لکھّا ہوا میرا نام
اے دوست اپنا ہاتھ مجھے دیکھنے تو دے

یہ سات آسمان کبھی مختصر تو ہوں
یہ گھومتی زمین کہیں ٹھیرنے تو دے!

کیسے کسی کی یاد کا چہرہ بناؤں میں!
امجد وہ کوئی نقش کبھی بھولنے تو دے

عشق ایسا عجیب دریا ہے
جو بنا ساحلوں کے بہتا ہے

ہیں غنیمت یہ چار لمحے بھی
پھر نہ ہم ہیں، نہ یہ تماشا ہے

زندگی اِک دُکاں کھلونوں کی
وقت، بگڑا ہوا سا بچّہ ہے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

اے سرابوں میں گھومنے والے!
دل کے اندر بھی ایک رستہ ہے

اِس بھری کائنات کے ہوتے
آدمی، کس قدر، اکیلا ہے!!

آئینے میں جو عکس ہے امجد
کیوں کسی دُوسرے کا لگتا ہے!

○

جو زخم تُو نے دیئے تھے وہ بھرتے جاتے ہیں
چڑھے ہُوئے تھے جو دریا، اُترتے جاتے ہیں

سمیٹ لے مجھے بانہوں میں اے فراق کی رات
فلک پہ دیکھ ستارے بکھرتے جاتے ہیں

یہ اہلِ شہرِ وفا ہیں عجب بہار پرست
سروں کے پھُول فصیلوں پہ دھرتے جاتے ہیں

نہیں ہے اور تو کچھ بھی ہمارے ہاتھوں میں
سوائے عرضِ تمنّا، سو کرتے جاتے ہیں

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

عجیب لوگ ہیں یہ اہلِ انتظار کہ جو
خُود اپنی آگ میں جل کر سنورتے جاتے ہیں

نجانے کون سی بستی کے ہیں یہ باشندے!
نظر اُٹھاتے نہیں اور گزرتے جاتے ہیں

یہ آج شہر پہ اُتری ہے کس بلا کی رات
چراغ اپنی لَوؤں سے مُکرتے جاتے ہیں

درخت شام کو لگتے ہیں شہر سے امجد
کہ شاخ شاخ پرندے اُترتے جاتے ہیں

○

سب ہیں بکنے والے ہاتھ
کیا تیرے، کیا میرے ہاتھ

لہُو نہ مُنجمد ہو جائے
دیکھو اپنے اپنے ہاتھ

بول فنا کے لمحے، بول
منزل ہے اَب کتنے ہاتھ!

رُکے نہیں اور جُھکے نہیں
سچّی باتیں لکھتے ہاتھ

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

رنگوں کی آواز سُنی
دیکھے باتیں کرتے ہاتھ!

(ق)

کِس سے مِل کر جھُوما دل
کِس کو چھُو کر مہکے ہاتھ

پُوریں جُگنو ہو جائیں
کُنج بدن میں بھٹکے ہاتھ

(ق)

اہلِ ہُنر نے دیکھو تو!
کِس کِس بھاؤ بیچے ہاتھ

مفلس کی بیٹی، قانون
چوروں کے ہیں لمبے ہاتھ

کِس سے ہیں انصاف طلب!
سِمٹی چیخیں، پھیلے ہاتھ

ہاتھوں ہاتھ نِکل جائیں
نقلی موتی، جھُوٹے ہاتھ

چھین جھپٹ کا موسم ہے
کون لگے گا، کِس کے ہاتھ

(ق)

گھر کی خاطر گھر سے دُور
تھک گئے اینٹیں چُنتے ہاتھ

ریگِ رواں کا رِزق ہُوئے
صحرا صحرا، کتنے ہاتھ

پیٹ جہنم بھرنے کو
جنّت چھوڑ کے نکلے ہاتھ

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

اَنت امانت مِٹّی کی
کیا مہنگے، کیا سستے ہاتھ

امجد ہاتھ سے چھُوٹا پَل
کب آتا ہے مُڑ کے ہاتھ

○

ہمارے بعد ہیں کچھ لوگ کیسے، دیکھ تو آئیں
چلو اُس شہر کو اِک بار پھر سے، دیکھ تو آئیں

بہت دن سے سمندر کی ہَوا گُم سُم سی آتی ہے
نہ ہوں طوفان کے رُخ پر سفینے، دیکھ تو آئیں

کسی دن آرزؤں کے کھنڈر میں جھانک کر ہم بھی
در و دیوار پر کیا کیا ہیں جالے، دیکھ تو آئیں

ہَوا میں ڈولتی خوشبو، پتہ خود ہی بتا دے گی
چلو رستوں پہ تھوڑی دُور چل کے، دیکھ تو آئیں

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

۱۵ ہمارا نام سُنتے ہی کسی مہ وش کی آنکھوں میں
چمک اُٹھتے ہیں کیا اب بھی ستارے! دیکھ تو آئیں

۱۸ بہت دُھندلے سہی شیشے سرِ بزمِ وفا امجد
مگر اک بار وہ گم گشتہ چہرے دیکھ تو آئیں

○

بدن سے اُٹھتی تھی اُس کے خوشبو، صبا کے لہجے میں بولتا تھا
یہ میری آنکھیں تھیں اُس کا بستر، وہ میرے خوابوں میں جاگتا تھا

حیا سے پلکیں جُھکی ہُوئی تھیں، ہَوا کی سانسیں رُکی ہوئی تھیں
وہ میرے سینے میں سر چُھپائے نجانے کیا بات سوچتا تھا!

کوئی تھا چشمِ کرم کا طالب، کسی پہ شوقِ وصال غالب
سوال پھیلے تھے چار جانب، بس ایک میں تھا جو چُپ کھڑا تھا

عجیب صحبت، عجیب رُت تھی، خموش بیٹھے ہوئے تھے دونوں
میں اُس کی آواز سُن رہا تھا، وہ میری آواز سُن رہا تھا

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

بہار آئی تو تتلیوں کے پَروں میں رنگوں کے خواب جاگے
اور ایک بھنورا کلی کلی کے لبوں کو رہ رہ کے چُومتا تھا

وہ اور ہوں گے کہ جن کو امجدؔ نئے مناظر کی چاہ ہوگی
میں اُس کے چہرے کو دیکھتا ہوں، میں اُس کے چہرے کو دیکھتا تھا

○

یہ کون آج مری آنکھ کے حصار میں ہے
مجھے لگا کہ زمیں میرے اختیار میں ہے

چراغِ رنگِ نوا، اب کہیں سے روشن ہو
سکوتِ شامِ سفر، کب سے انتظار میں ہے

کچھ اِس طرح ہے تری بزم میں یہ دل، جیسے
چراغِ شامِ خزاں، جشنِ نو بہار میں ہے

مری حیات کے سارے سفر پہ بھاری ہے
وہ ایک پل جو تری چشمِ اعتبار میں ہے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

جو اُٹھ رہا ہے کسی بے نشان صحرا میں
نشانِ منزلِ ہستی اُسی غبار میں ہے

ہماری کشتیٔ دل میں بھی اب نہیں وہ زور
تمھارے حُسن کا دریا بھی اب اُتار میں ہے

کبھی ہے دُھوپ کبھی ابرِ خُوش نما امجد
عجب طرح کا تلوّن مزاجِ یار میں ہے

○

کوئی موسم ہو دل میں ہے تمھاری یاد کا موسم
کہ بدلا ہی نہیں جاناں، تمھارے بعد کا موسم

نہیں تو آزما کر دیکھ لو، کیسے بدلتا ہے
تمھارے مُسکرانے سے دلِ ناشاد کا موسم

صدا تیشے سے جو نکلی، دلِ شیریں سے اُٹھی تھی
چمن خسرو کا تھا لیکن، رہا فرہاد کا موسم

پرندوں کی زباں بدلی، کہیں سے ڈھونڈ لے تُو بھی
نئی طرزِ فغاں اے دل کہ ہے ایجاد کا موسم

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

رُتوں کا قاعدہ ہے وقت پر یہ آتی جاتی ہیں
ہمارے شہر میں کیوں رُک گیا فریاد کا موسم

کہیں سے اُس حسیں آواز کی خوشبو پکارے گی
تو اُس کے ساتھ بدلے گا دلِ برباد کا موسم

قفس کے بام و دَر میں روشنی سی آئی جاتی ہے
چمن میں آگیا شاید لبِ آزاد کا موسم

مرے شہرِ پریشاں، مَیں تری بے چاند راتوں میں
بہت ہی یاد کرتا ہوں تری بُنیاد کا موسم

نہ کوئی غم خزاں کا ہے، نہ خواہش ہے بہاروں کی
ہمارے ساتھ ہے امجد کسی کی یاد کا موسم

○

لہیں سنگ میں بھی ہے روشنی کہیں آگ میں بھی دُھواں نہیں
یہ عجیب شہرِ طلسم ہے! کہیں آدمی کا نشاں نہیں

نہ ہی اِس زمیں کے نشیب میں نہ ہی آسماں کے فراز پر
لٹی عمر اُس کو تلاشتے، جو کہیں نہیں پہ کہاں نہیں ؟

یہ جو زندگانی کا کھیل ہے، غم و انبساط کا میل ہے
اُسے قدر کیا ہو بہار کی! کبھی دیکھی جس نے خزاں نہیں

وہ جو کٹ گرے پہ نہ جُھک سکے، جو نہ مقتلوں سے بھی رُک سکے
کوئی ایسا سر نہیں دوش پر، کسی مُنہ میں ایسی زباں نہیں

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

جو تھے اشک میں نے وہ پی لیے لبِ خشک و سوختہ سی پر
مرے زخم پھر بھی عیاں رہے، مرا درد پھر بھی نہاں نہیں

نہیں اس کو عشق سے واسطہ وہ ہے اور ہی کوئی راستہ
اگر اس میں دل کا لہو نہیں اگر اس میں جاں کا زیاں نہیں

○

لبوں پہ پھول کھلتے ہیں کسی کے نام سے پہلے
دلوں کے دیپ جلتے ہیں، چراغِ شام سے پہلے

کبھی منظر بدلنے پر بھی قصّہ چل نہیں پاتا
کہانی ختم ہوئی ہے کبھی انجام سے پہلے

یہی تارے تمھاری آنکھ کی چلمن میں رہتے تھے
یہی سورج نکلتا تھا تمھارے بام سے، پہلے

دلوں کی جگمگاتی بستیاں تاراج کرتے ہیں،
یہی جو لوگ لگتے ہیں نہایت عام سے، پہلے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

ہوئی ہے شام جنگل میں پرندے لوٹتے ہوں گے
اب اُن کو کس طرح روکیں نواحِ دام سے پہلے

یہ سارے رنگ مُردہ تھے تمھاری شکل بننے تک
یہ سارے حرف مہمل تھے تمھارے نام سے پہلے

ہُوا ہے وہ اگر مُنصف تو امجد احتیاطاً ہم
سزا تسلیم کرتے ہیں کسی الزام سے پہلے

○

خزاں کی دُھند میں لپٹے ہوئے ہیں
شجر مجبوریاں پہنے ہوئے ہیں
یہ کیسی فصلِ گُل آئی چمن میں
پرندے خوف سے سہمے ہوئے ہیں
ہواؤں میں عجب سی بے کلی ہے
دِلوں کے بادباں سمٹے ہُوئے ہیں
ہمارے خواب ہیں مکڑی کے جالے
ہم اپنے آپ میں اُلجھے ہُوئے ہیں
دمکتے، گنگناتے، موسموں کے
لہو میں ذائقے پھیلے ہُوئے ہیں

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

مری صُورت، زمیں کے سارے منظر
ترے دیدار کو ترسے ہُوئے ہیں
مثالِ نقشِ پا، حیران تیرے!
ہَوا کی راہ میں بیٹھے ہُوئے ہیں
نگاہوں سے کہو، ہم کو سمیٹیں
مری جاں، ہم بہت بکھرے ہوئے ہیں
ادھوری خواہشوں کا غم نہ کرنا
کہ سارے خواب کب پُورے ہُوئے ہیں!
سمندر، آسماں اور سانس میرا
تری آواز پر ٹھہرے ہوئے ہیں
ہر اِک رستے پہ کہتی ہیں یہ آنکھیں
یہ منظر تو کہیں دیکھے ہوئے ہیں!
ستارے آسماں کے، دیکھ امجد
کسی کی آنکھ میں اُترے ہُوئے ہیں

○

اشک آنکھوں میں آئے جاتے ہیں
پھر بھی ہم مُسکرائے جاتے ہیں

دشتِ بے سائباں میں، ہم تیری
یاد کے سائے سائے جاتے ہیں

کوئی سُنتا نہیں کسی کی بات
اپنی اپنی سُنائے جاتے ہیں

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

قصرِ شاہی سے کب رُکے وہ سوال!
جو سڑک پر اُٹھائے جاتے ہیں

ایسے جھکتی ہیں مہرباں آنکھیں
جیسے بادل سے چھائے جاتے ہیں

نہ سہی، زور گر ہوا پہ نہیں
ہم دیا تو جلائے جاتے ہیں

راستہ صاف ہو نہ ہو لیکن
ہم تو پتھر ہٹائے جاتے ہیں

ہم سُناتے ہیں حال دل اپنا
اور وہ مُسکرائے جاتے ہیں

پھیلتی جا رہی ہے تنہائی
شہر میں لوگ آئے جاتے ہیں

پردے میں ایک مُسکراہٹ کے
کتنے آنسو چھپائے جاتے ہیں

کون آیا ہے رُوبرو امجد
آئنے جگمگائے جاتے ہیں

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

○

وہ دمکتی ہوئی لَو کہانی ہوئی وہ چمک دار شعلہ، فسانہ ہُوا
وہ جو اُلجھا تھا وحشی ہَوا سے کبھی، اُس دِیے کو بُجھے تو زمانہ ہُوا

ایک خوشبو سی پھیلی ہے چاروں طرف اُس کے امکان کی اُس کے اعلان کی
رابطہ پھر بھی اُس حسنِ بے نام سے، جس کا جتنا ہوا، غائبانہ ہُوا

باغ میں پھُول اُس روز جو بھی کِھلا اُس کے بالوں میں سجنے کو بے چین تھا
جو ستارا بھی اُس رات روشن ہُوا، اُس کی آنکھوں کی جانب روانہ ہُوا

کہکشاں سے پرے آسماں سے پرے رہگزارِ زمان و مکاں سے پرے
مجھ کو ہر حال میں ڈھونڈنا تھا اُسے، یہ زمیں کا سفر تو بہانہ ہُوا

اب تو اُس کے دِنوں میں بہت دُور تک آسماں ہیں نئے اور نئی دُھوپ ہے
اب کہاں یاد ہو گی اُسے رات وہ، جس کو گزرے ہوئے اِک زمانہ ہُوا

موسمِ وصل میں خُوب ساماں ہوئے ہم جو فصلِ بہاراں کے مہماں ہوئے
لِباس قالین کی طرح بچھتی گئی، سر پہ ابرِ رواں، شامیانہ ہُوا

اب تو امجد جُدائی کے اُس موڑ تک دَرد کی دُھند ہے اور کچھ بھی نہیں
بانِ من، اب وہ دن لوٹنے کے نہیں، چھوڑیئے اب وہ قصّہ پرانا ہُوا

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

○

کسی کی دُھن میں جینا ہے، کسی کے ڈر میں رہنا ہے
بتا اے زندگی کب تک اِسی چکّر میں رہنا ہے

دھنک بُنیاد تھی جن کی وہ بام و دَر نہ بن پائے
تذبذب نام ہے جس کا ہمیں اُس گھر میں رہنا ہے

تمنّا اور حسرت میں ہے فرق اظہار کا، یعنی
جو شعلہ جل نہیں سکتا اُسے پتھر میں رہنا ہے

ترے باغِ توجّہ کی فضا میں زندگی کرنا
رمِ خوشبو میں چلنا ہے گلِ منظر میں رہنا ہے

کہانی ایک ہے لیکن، جُدا ہیں واقعے اپنے
تمھیں محشر اُٹھانا ہے ہمیں محشر میں رہنا ہے

تمنّا نے ہمیں پایا، تغافل اُن کو راس آیا
کہ ہر احساس کو امجد کسی پیکر میں رہنا ہے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

○

ایک احساسِ دِل کُشا سے ہی
کِھل اُٹھا دِل تری صدا سے ہی

مدّعا، حرفِ نارسائی کو
مِل گیا عرضِ مدّعا سے ہی

شاخ در شاخ زندگی جاگی
موسمِ سبز کی ہَوا سے ہی

کِس قدر سلسلے نکل آئے
لرزشِ چشمِ نیم وا سے ہی

پُھول سے رُت سجے، باغباں سے نہیں
اپنا شکوہ تو ہے صبا سے ہی

رسم یہ حق پہ جان دینے کی
ہم نے سیکھی ہے کربلا سے ہی

خود جیئو، دُوسروں کو جینے دو
اپنی عادت ہے یہ سدا سے ہی

ہُنر و مرتبہ نہیں مخصوص
جُبّہ و خلعت و قبا سے ہی

کتنے ہی بے جہت نہ کیوں ہو جائیں!
اپنا رِشتہ تو ہے خُدا سے ہی

سینکڑوں بار مِل چکے ہوتے
آپ ملتے اگر دُعا سے ہی!

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

دَرد کی آبرو نہیں رہتی
نیّتِ حرفِ التجا سے ہی
وہ دوراہا بھی آگیا امجد
جس کا دھڑکا تھا ابتدا سے ہی

○

ہم تھے، ہمارے ساتھ کوئی تیسرا نہ تھا
ایسا حسین دن کہیں دیکھا سُنا نہ تھا

آنکھوں میں اُس کی تیر رہے تھے حیا کے رنگ
پلکیں اُٹھا کے میری طرف دیکھتا نہ تھا

کچھ ایسے اُس کی جھیل سی آنکھیں تھیں ہر طرف
ہم کو سوائے ڈوبنے کے راستہ نہ تھا

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

ہاتھوں میں دیر تک کوئی خوشبو بسی رہی
دروازۂ چمن تھا وہ بندِ قبا نہ تھا

اُس کے تو انگ انگ میں جلنے لگے دیے
جادو ہے میرے ہاتھ میں مجھ کو پتا نہ تھا

اُس کے بدن کی لَو سے تھی کمرے میں روشنی
کھڑکی میں چاند، طاق میں کوئی دیا نہ تھا

کل رات وہ نگار ہُوا ایسا مُلتفت
عکسوں کے درمیان کوئی آئینہ نہ تھا

سانسوں میں تھے گلاب تو ہونٹوں پہ چاندنی
ان منظروں سے میں تو کبھی آشنا نہ تھا

رویا کچھ اس طرح مرے شانے سے لگ کے وہ
ایسے لگا کہ جیسے کبھی بے وفا نہ تھا

ہے عشق ایک روگ، محبّت عذاب ہے
اِک روز یہ خراب کریں گے، کہا نہ تھا!

امجد وہاں پہ حد کوئی رہتی بھی کس طرح
رُکنے کو کہہ رہا تھا مگر روکتا نہ تھا

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

○

قاصد جو تھا بہار کا نامعتبر ہُوا
گلشن میں بند و بست برنگِ دِگر ہُوا

خواہش جو شاخِ حرف پہ چٹکی، بکھر گئی
آنسو جو دِل میں بند رہا، وہ گُہر ہُوا

اِک منحرف گواہ کی صُورت، چراغِ شام
اُس کی گلی میں رات مرا ہم سفر ہوا

آواز کیا کہ شکل بھی پہچانتا نہیں
غافل ہمارے حال سے وہ اِس قدر ہوا

عُمرِ رواں کے رخت میں ایسا نہیں کوئی
جو پَل تمھاری یاد سے باہر، بسر ہُوا

خوشبو تھی جو خیال میں، رزقِ اَلم ہُوئی
جو رنگِ اعتبار تھا، گردِ سفر ہُوا

دل کی گلی میں حدِّ نظر تک تھی روشنی
کرنیں سفیر، چاند ترا نامہ بر ہُوا

تارے مرے وکیل تھے، خوشبو تری گواہ
کل شب عجب معاملہ، پیشِ نظر ہُوا

امجد اگر وہ دورِ جنوں جا چکا، تو پھر
لہجے میں کیوں یہ فرق کسی نام پر ہُوا!

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

○

ویرانۂ وجود میں چلنا پڑا ہمیں
اپنے لہو کی آگ میں جلنا پڑا ہمیں

منزل بہت ہی دُور تھی، رستے تھے اجنبی
تاروں کے ساتھ ساتھ نکلنا پڑا ہمیں

سایا مثال آئے تھے اُس کی گلی میں ہم
ڈھلنے لگی جو شام تو ڈھلنا پڑا ہمیں

اپنے کہے سے وہ جو ہوا منحرف، تو پھر
اپنا لکھا ہُوا بھی بدلنا پڑا ہمیں

محرابِ جاں کی شمعیں بچانے کے واسطے
ہر رات کنجِ غم میں پگھلنا پڑا ہمیں

ہم چڑھتے سُورجوں کو سلامی نہ دے سکے
سو دوپہر کی دھوپ میں جلنا پڑا ہمیں

تھا ابتدا سے علم کہ ہے راستہ غلط
اور قافلے کے ساتھ بھی چلنا پڑا ہمیں

شانے پہ اِس اَدا سے رکھا پھر کسی نے ہاتھ
دل مانتا نہ تھا پہ بہلنا پڑا ہمیں

امجد کسی طرف بھی سہارا نہ تھا کوئی
جب بھی گرے تو خود ہی سنبھلنا پڑا ہمیں

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

سرِ طاقِ جاں نہ چراغ ہے پسِ بامِ شب نہ سحر کوئی
عجب ایک عرصۂ درد ہے، نہ گمان ہے نہ خبر کوئی

نہیں اب تو کوئی ملال بھی کسی واپسی کا خیال بھی
غمِ بے کسی نے مٹا دیا مرے دل میں تھا بھی اگر کوئی

تجھے کیا خبر ہے کہ رات بھر تجھے دیکھ پانے کو اِک نظر
رہا ساتھ چاند کے منتظر تری کھڑکیوں سے اُدھر کوئی

سرِ شاخِ جاں ترے نام کا عجب ایک تازہ گلاب تھا
جسے آندھیوں سے خطر نہ تھا جسے تھا خزاں کا نہ ڈر کوئی

تری بے رُخی کے دیار میں، گھنی تیرگی کے حصار میں
جلے کس طرح سے چراغِ جاں! کرے کس طرف کو سفر کوئی!

کٹے وقت چاہے عذاب میں کسی خواب میں یا سراب میں
جو نظر سے دُور نکل گیا اُسے یاد کرتا ہے ہر کوئی

سرِ بزم جتنے چراغ تھے وہ تمام رمز شناس تھے
تری چشمِ خوش کے لحاظ سے نہیں بولتا تھا مگر کوئی

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

○

شام بجھتی، چراغ جلتا رہا
قافلہ، زندگی کا چلتا رہا

شاد تھا رنجِ رہگزر میں کوئی!
کوئی منزل پہ ہاتھ ملتا رہا

دھوپ تھی جس نگر میں، کم نہ ہوئی
سایۂ آفتاب، ڈھلتا رہا

بجھ گئے تھے، دیے بھی، تارے بھی
اِک مرا خواب تھا کہ جلتا رہا

آئنے بھی نہ روک پائے اُسے
وقت کچھ اِس طرح سے چلتا رہا

بات کا رُخ کبھی، کبھی پہلو
ہجر کی شام وہ بدلتا رہا

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

○

ہر پل دھیان میں بسنے والے لوگ افسانے ہو جاتے ہیں
آنکھیں بوڑھی ہو جاتی ہیں خواب پرانے ہو جاتے ہیں

ساری بات تعلّق والی جذبوں کی سچّائی تک ہے
مَیل دِلوں میں آ جائے تو گھر ویرانے ہو جاتے ہیں

منظر منظر کھِل اُٹھتی ہے پیراہن کی قوسِ قزح
موسم تیرے ہنس پڑنے سے اور سہانے ہو جاتے ہیں

جھونپڑیوں میں ہر اک تلخی پیدا ہوتے مِل جاتی ہے
اِسی لیے تو وقت سے پہلے طفل سیانے ہو جاتے ہیں

موسم عشق کی آہٹ سے ہی ہر اک چیز بدل جاتی ہے
راتیں پاگل کر دیتی ہیں دِن دیوانے ہو جاتے ہیں

دُنیا کے اِس شور نے امجد کیا کیا ہم سے چھین لیا ہے
خود سے بات کیے بھی اب تو کئی زمانے ہو جاتے ہیں

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

○

نہیں اب جہاں پہ نشان بھی
یہاں لوگ بھی تھے مکان بھی

مری آرزو میں جیئے گا وہ
مجھے کب تھا ایسا گمان بھی!

تری بے رُخی کے فشار سے
کبھی مِل سکے گی امان بھی؟

اسی خاکداں کے حصار میں
مری خواہشوں کا جہان بھی

مری گمرہی کے غبار میں
مری منزلوں کے نشان بھی

عجب اُس کا رنگِ جمال ہے
کہ چمک اُٹھا ہے مکان بھی

عجب اُس حسیں کا خیال ہے
کہ مہک رہا ہے گمان بھی

اِسی آسمان کی چھت تلے
مرا آشیاں بھی، اُڑان بھی

ترے اِک اشارے کے منتظر
یہ زمین بھی یہ زمان بھی

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

تری چشمِ خوش کی پناہ میں
مرے خواب بھی، مرے مان بھی

میں جہاں گیا مرے ساتھ تھی
مری عمر بھر کی تھکان بھی

○

کہیں بے کنار سے ریتگے، کہیں زرنگار سے خواب دے!
ترا کیا اُصول ہے زندگی؟ مجھے کون اس کا جواب دے!

جو بچھا سکوں ترے واسطے، جو سجا سکیں ترے راستے،
مری دسترس میں ستارے رکھ، مری مٹھیوں کو گلاب دے

یہ جو خواہشوں کا پرند ہے، اسے موسموں سے غرض نہیں
یہ اُڑے گا اپنی ہی موج میں، اِسے آب دے کہ سراب دے!

تجھے چھو لیا تو بھڑک اُٹھے مرے جسم و جاں میں چراغ سے
اِسی آگ میں مجھے راکھ کر، اسی شعلگی کو شباب دے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

کبھی یوں بھی ہو ترے رُوبرو، میں نظر ملا کے یہ کہہ سکوں
"مری حسرتوں کو شمار کر، مری خواہشوں کا حساب دے!"

ترے اِک نگاہ کے فیض سے مری کشتِ حرف چمک اُٹھے
مرا لفظ لفظ ہو کہکشاں مجھے ایک ایسی کتاب دے

○

ممکن نہیں تھا جو وہ ارادہ نہیں کیا
ہم نے تجھے بھلانے کا وعدہ نہیں کیا

لہجے میں اُس کے رنگ تھا کم اعتماد کا
ہم نے بھی اعتبار زیادہ نہیں کیا

تجھے مصلوت کی راہ میں سائے بہت گھنے
پر دل نے اختیار وہ جادہ نہیں کیا

جھولی میں ہم نے بھر لیے فاقے سمیٹ کر
دامن کسی کے آگے کشادہ نہیں کیا

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

تھے، خاکِ پائے اہلِ محبّت ، مگر کبھی
سجدہ، بہ پیشِ تاج ولب بادہ نہیں کیا

حرمت شناسِ درد تھے، سو ہم نے عُمر بھر
امجد، حدیثِ جاں کا اعادہ نہیں کیا

○

بھنور میں کھو گئے ایک ایک کر کے ڈُوبنے والے
سرِ ساحل کھڑے تھے سب تماشا دیکھنے والے

خدا کا رِزق تو ہرگز زمیں پر کم نہیں یارو!
مگر یہ کاٹنے والے ! مگر یہ بانٹنے والے !

کہاں یہ عشق کا سنگِ گراں ہر اِک سے اُٹھتا ہے !
بہت سے لوگ تھے یوں تو یہ پتّھر چُومنے والے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

وفا کی راہ مقتل سے گزرتی ہے تو بسم اللہ،
نہیں رُسوائی سے واقف تمہارے چاہنے والے

اَزل سے ظُلم دیکھے جا رہی ہیں، دیکھتی آنکھیں
اَزل سے سوچ میں ڈوبے ہیں امجد، سوچنے والے

○

کوئی ہجر تھا نہ وصال تھا مرے سامنے
مری آرزوؤں کا جال تھا مرے سامنے

میں گرا ہوں کتنی ہی مرتبہ پہ رُکا نہیں
مگر ایک تیرا خیال تھا مرے سامنے

کسی آنکھ میں نہ تھی روشنی، کسی خواب کی
عجب ایک شہرِ ملال تھا مرے سامنے

لیے انگ انگ میں پیاس سی، سرِ شام وہ
مری خواہشوں کی مثال تھا مرے سامنے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

مجھے رات اپنی نگاہ پہ بھی یقیں نہ تھا
کوئی معجزوں سا کمال تھا مرے سامنے

سرِ بزم جب کسی آئنے پہ نظر پڑی
وہی ایک عکسِ جمال تھا مرے سامنے

وہی ایک چُپ کا غبار تھا پسِ چشمِ نم
وہی ایک تشنہ سوال تھا مرے سامنے!

○

جہاں کشتی رُکی میری کنارا اور تھا کوئی
جسے میں دوست سمجھا تھا سہارا اور تھا کوئی

فلک کی بالکونی میں خُدا خاموش بیٹھا تھا
تو کیا اِن گرنے والوں کا سہارا اور تھا کوئی!

بجھی آنکھوں کے دامن میں جمی تھی دُھول برسوں کی
وہ چہرا اب جو دیکھا ہے دوبارا، اور تھا کوئی

بہت عادل سہی مُنصف، مگر انصاف کیسے ہو!
گواہی اور ہے، قاتل ہمارا، اور تھا کوئی!

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

ہوا کی سمت دیکھی اور کشتی ڈال دی ہم نے
کھلا آکر سمندر میں اشارا اور تھا کوئی

فضا مہکی، چمن جاگا، اچانک کھل اُٹھے تارے
کسی کے مُسکراتے ہی نظارا اور تھا کوئی

وہی مانوس لہجہ تھا، وہی آواز تھی امجد
مگر جو مڑ کے دیکھا تو پکارا اور تھا کوئی

○

حد سے حد، حدِّ گماں تک کوئی جا سکتا ہے
ڈھونڈنے اُس کو کہاں تک کوئی جا سکتا ہے!

کہکشاں کون سی، اُس حُسن کے حلقے میں نہیں!
ہاں چلا جائے، جہاں تک کوئی جا سکتا ہے

کسی مانوس سے لہجے کا اِشارا مِل جائے
معجزہ ہائے بیاں تک کوئی جا سکتا ہے

کشتیٔ شوق ہے خطرے کے نشاں سے آگے
اور خطرے کے نشاں تک کوئی جا سکتا ہے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

پھیلتے جاتے ہیں ہر سمت وہ اُڑتے گیسو
رات کے ساتھ کہاں تک کوئی جا سکتا ہے

مرتبہ میرا یہی ہے کہ زمیں زاد ہُوں میں
سو وہاں ہوں کہ جہاں تک کوئی جا سکتا ہے

راستے عشق کے آسان نہیں ہیں، امجد
ہاں مگر جاں کے زیاں تک کوئی جا سکتا ہے

○

زیرِ لب یہ جو تبسّم کا دِیا رکھّا ہے
ہے کوئی بات جسے تم نے چھپا رکھّا ہے

چند بے ربط سے صفحوں میں کتابِ جاں کے
اِک نشانی کی طرح عہدِ وفا رکھّا ہے

ایک ہی شکل نظر آتی ہے، جاگے، سوئے
تم نے جادُو سا کوئی مجھ پہ چلا رکھّا ہے

یہ جو اِک خواب ہے آنکھوں میں نہفتہ مت پوچھ
کس طرح ہم نے زمانے سے بچا رکھّا ہے!

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

کیسے خُوشبو کو بکھر جانے سے روکے کوئی!
رزقِ غنچہ اسی گٹھڑی میں بندھا رکھا ہے

کب سے احباب جسے حلقہ کیے بیٹھے تھے
وہ چراغ آج سرِ راہِ ہوا رکھا ہے

دن میں سائے کی طرح ساتھ رہا، لشکرِ غم
رات نے اور ہی طوفان اُٹھا رکھا ہے

یاد بھی آتا نہیں اب کہ گِلے تھے کیا کیا
سب کو اُس آنکھ نے باتوں میں لگا رکھا ہے

دل میں خُوشبو کی طرح پھرتی ہیں یادیں، امجد
ہم نے اس دشت کو گلزار بنا رکھا ہے

○

ایک دن اِس طرح بھی ہونا ہے
رنگ کو روشنی میں کھونا ہے

جاگنا ہے غبار میں، ہم کو
خاک کی تیرگی میں سونا ہے

کتنی راتوں کو کر گیا جل تھل
ایک آنسو ابھی جو رونا ہے

عُمر کی قیدِ بامشقّت میں
جسم کا بوجھ ہم کو ڈھونا ہے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

وَقت اور بخت کے تعلّق میں
ایک بچّہ ہے اِک کھلونا ہے

تیری آنکھوں کے کُنجِ خوشبو میں
ہم کو بھی ایک خواب بونا ہے

اے مری چشمِ تر، بتا تو سہی
کون سا داغ ہے جو دھونا ہے!

○

تُو نہیں، تیرا استعارا نہیں
آسماں پر کوئی ستارا نہیں

وہ مرے سامنے سے گزُرا تھا
پھر بھی میں چُپ رہا، پکارا نہیں

وہ نہیں مِلتا ایک بار ہمیں
اور یہ زندگی دوبارا نہیں

ہر سمندر کا ایک ساحل ہے
ہجر کی رات کا کنارا نہیں

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

ہو سکے تو نگاہ کر لینا
تم پہ کچھ زور تو ہمارا نہیں

ناؤ اُلٹی تو یہ ہُوا معلوم
زندگی موج ہے، کنارا نہیں!

○

مرنے کا ترے غم میں ارادہ بھی نہیں ہے
ہے عشق مگر اتنا زیادہ بھی نہیں ہے

ہے یُوں کہ عبارت کی زباں اور ہے کوئی
کاغذ مری تقدیر کا سادہ بھی نہیں ہے

کیوں دیکھتے رہتے ہیں ستاروں کی طرف ہم!
جب اُن سے ملاقات کا وعدہ بھی نہیں ہے!

کیوں راہ کے منظر میں اُلجھ جاتی ہیں آنکھیں!
جب دل میں کوئی اور ارادہ بھی نہیں ہے!

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

کیوں اُس کی طرف دیکھ کے پاؤں نہیں اُٹھتے
وہ شخص حسیں اِتنا زیادہ بھی نہیں ہے

کِس موڑ پہ لے آیا ہمیں ہجرِ مُسلسل!
تا حدِّ نگہ وصل کا وعدہ بھی نہیں ہے

پتّھر کی طرح سَرد ہے کیوں آنکھ کسی کی!
امجدؔ جو بچھڑنے کا ارادہ بھی نہیں ہے

○

دُور تلک ویرانہ ہے
کب تک چلتے جانا ہے!
آئینے کے ہاتھوں میں
مقتل کا پروانہ ہے
جانے والو، یاد رہے
شام ڈھلے گھر آنا ہے
فرق ہے کچھ کرداروں میں
باقی کھیل پرانا ہے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

سچّی باتیں کون کرے
کون یہاں دیوانہ ہے!
تجھ سا دُوجا دیکھنے کو
سارا عالم چھانا ہے
مٹّی بھی ہے، سونا بھی
دل بھی عجب خزانہ ہے

○

مقتل میں بھی اہلِ جنوں ہیں کیسے غزل خواں، دیکھو تو!
ہم پہ پتّھر پھینکنے والو، اپنے گریباں، دیکھو تو!
ہم بھی اُڑائیں خاکِ بیاباں، دَشت سے تم گزرو تو سہی
ہم بھی دکھائیں چاکِ گریباں، لیکن جاناں، دیکھو تو!
اے تعبیریں کرنے والو، ہستی مانا خواب سہی
اس کی رات میں جاگو تو، یہ خوابِ پریشاں دیکھو تو!
آج ستارے گُم صُم ہیں کیوں، چاند ہے کیوں سَودائی سا
آئینے سے بات کرو، اِس بھید کا عنواں دیکھو تو!

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

کس کے حُسن کی بستی ہے یہ! کس کے رُوپ کا میلہ ہے!
آنکھ اُٹھا اے حُسنِ زلیخا، یُوسفِ کنعاں، دیکھو!

جو بھی علاجِ دردِ کرو، میں حاضر ہوں منظور مجھے
لیکن اِک شب امجد جی، وہ چہرۂ تاباں، دیکھو تو!

○

کس رات کی آنکھوں میں پیمانِ سحر ہو گا!
یہ خواب جو کونپل ہے، کس رُت میں شجر ہو گا!

آنچل کی ہَوا رکھنا، لَو اس کی بچا رکھنا
یہ شمع جدھر ہو گی، پروانہ اُدھر ہو گا

جب رات کے پردے سے پھر رات نکل آئے
اُس وقت کدھر جائے، جو اہلِ نظر ہو گا

تاریخ کے چکّر میں وہ موڑ نہیں آتا
جب شادیکیں ہوں گے، آباد نگر ہو گا

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

بجھتے ہُوئے تاروں کی جھلمل بھی غنیمت ہے
اِس ٹھہری ہُوئی شب میں کچھ دم سفر ہوگا

افکار پہ پہرا ہے، قانون یہ ٹھہرا ہے
جو صاحبِ عزّت ہے وہ شہر بدر ہوگا

محسوس یہ ہوتا ہے، ہر جلتا ہُوا تارا
گزرے ہُوئے وقتوں میں اِک زخمِ ہُنر ہوگا!

سہمے ہُوئے پنچھی کی آواز بتاتی ہے!
اُس کا بھی یہیں کوئی، جلتا ہُوا گھر ہوگا

○

☆

کون سی چیز دل کے بس میں نہیں
دل مگر اپنی دسترس میں نہیں

یہ تو ہم ہیں، جو خار و خس میں ہیں
منزلِ گُل تو خار و خس میں نہیں!

کب سے آنکھیں تلاشتی ہیں اُسے
ایک دن، جو کسی برس میں نہیں

جسم کتنی بڑی حقیقت ہو!
دل کی تسکیں مگر ہوس میں نہیں

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

کامراں ، عاشقی کی منزل میں
ہے وہی دل جو پیش و پس میں نہیں

دیکھ لی جنتری زمانے کی
وصل کا دن کسی برس میں نہیں

(ق)

نارسائی کی دُھند کے اُس پار
عشق میں کیا ہے، جو ہَوس میں نہیں!

لذّتِ پُرکشادگی کے سوا!
باغ میں کیا ہے، جو قفس میں نہیں!

○

پیڑ کو دیمک لگ جائے یا آدم زاد کو غم
دونوں ہی کو امجدؔ ہم نے بچتے دیکھا کم

تاریکی کے ہاتھ پہ بیعت کرنے والوں کا
سُورج کی بس ایک کِرن سے گھُٹ جاتا ہے دَم

رنگوں کو کلیوں میں جینا کون سکھاتا ہے!
شبنم کیسے رُکنا سیکھی! تتلی کیسے رَم!

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

آنکھوں میں یہ پلنے والے خواب بجھنے پائیں،
دل کے چاند چراغ کی دیکھو، لَو نہ ہو مدّھم

ہنس پڑتا ہے بہت زیادہ غم میں بھی انساں
بہت خوشی سے بھی تو آنکھیں ہو جاتی ہیں نم!

○

ملے کیسے صدیوں کی پیاس اور پانی، ذرا پھر سے کہنا
بڑی دِلرُبا ہے یہ ساری کہانی، ذرا پھر سے کہنا

کہاں سے چلا تھا جُدائی کا سایا، نہیں دیکھ پایا
کہ رستے میں تھی آنسوؤں کی روانی، ذرا پھر سے کہنا

ہوا یہ خبر تُو سناتی رہے اور مَیں سُنتا رہوں
بدلنے کو ہے اَب یہ موسم خزانی، ذرا پھر سے کہنا

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

مُکر جانے والا کبھی زندگی میں، خُوشی پھر نہ پائے
یُونہی ختم کرلیں، چلو یہ کہانی، ذرا پھر سے کہہ

سَمے کے سمندر! کہا تُو نے جو بھی، سُنا، پر نہ سمجھے
جوانی کی ندّی، ہیں تھا تیز پانی، ذرا پھر سے کہہ

○

گزرے ہیں ترے بعد بھی کچھ لوگ اِدھر سے
لیکن تری خوشبو نہ گئی، راہ گزر سے

کیوں ڈوبتی، بجھتی ہوئی آنکھوں میں ہے روشن
راتوں کو شکایت ہے تو اتنی ہے سحر سے!

لرزا تھا بدن اُس کا مرے ہاتھ سے چھُو کر
دیکھا تھا مجھے اُس نے عجب مست نظر سے

کیا ٹھان کے نکلا تھا، کہاں آ کے پڑا ہے!
پوچھے تو کوئی اس دلِ شرمندہ سفر سے

آیا ہے بہت دیر میں وہ شخص، پر اُس کو
جذبات کی اِس بھیڑ میں دیکھوں میں کدھر سے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

ہم رزقِ گزرگاہ تو خاشاک تھے، لیکن!
وہ لوگ، جو نکلے تھے ہوا دیکھ کے گھر سے!

ایسا تو نہیں، میری طرح سروِ لبِ جُو!
قدموں پہ کھڑا ہو کسی اُفتاد کے ڈر سے

دن تھے کہ ہمیں شہرِ بدن تک کی خبر تھی
اور اب نہیں آگاہ تری خیر خبر سے

امجد نہ قدم روک کہ وہ دُور کی منزل
نکلے گی کسی روز اسی گردِ سفر سے

○

دریا کی ہَوا تیز تھی، کشتی تھی پرانی
روکا تو بہت، دل نے مگر ایک نہ مانی

میں بھیگتی آنکھوں سے اُسے کیسے ہٹاؤں
مشکل ہے بہت ابر میں دیوار اُٹھانی

نکلا تھا تجھے ڈھونڈنے اک ہجر کا تارا
پھر اُس کے تعاقب میں گئی، ساری جوانی

کہنے کو نئی بات کوئی ہو تو سنائیں
سو بار زمانے نے سنی ہے یہ کہانی!

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

یہ پُل ہے یہاں پھُول کہاں، پچھلے برس کے
ہے دن تو وہی دوست، مگر اور ہے پانی

کس طرح مجھے ہوتا گماں، ترکِ وفا کا
آواز میں ٹھہراؤ تھا، لہجے میں روانی

اب میں اُسے قاتل کہوں امجد کہ مسیحا
کیا زخم ہنر چھوڑ گیا، اپنی نشانی!

○

تری زد سے نکلنا چاہتا ہے
یہ دریا رُخ بدلنا چاہتا ہے

وہ سپنا، جس کی صورت ہی نہیں ہے
مری آنکھوں میں پلنا چاہتا ہے

دلوں کی ماندگی پہ کیا تعجب!
کہ سُورج بھی تو ڈھلنا چاہتا ہے

نشستِ درد بدلی ہے تو اب دل
ذرا پہلو بدلنا چاہتا ہے

ہَوا ہے بند اور شعلہ وفا کا
بہت ہی تیز جلنا چاہتا ہے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

یہ دل اِس گردبادِ زندگی میں
بس اِک لمحہ سنبھلنا چاہتا ہے

مجھے بھی سامنا ہے کربلا کا
مرا سر بھی اُچھلنا چاہتا ہے

نہیں ہیں ترجمانِ غم، یہ آنسو
یہ پانی اب اُبلنا چاہتا ہے

گزشتہ صحبتوں کا ایک لشکر
مرے ہمراہ چلنا چاہتا ہے

اُن آنکھوں کی ادا کہتی ہے امجد
کوئی پتھر پگھلنا چاہتا ہے

○

چھیڑیں گے وہی قصّۂ غم اور طرح سے
لائیں گے تجھے راہ پہ ہم اور طرح سے

سجدے میں جبیں، سینے میں پندارِ خدائی!
اب آئے ہیں کعبے میں صنم اور طرح سے

ہوتا ہے گماں ان پہ کسی دستِ طلب کا
اب کھولے ہیں یاروں نے عَلم اور طرح سے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

ہے کام مساواتِ محمدؐ کو مٹانا
کرتا ہے عرب اور، عجم اور طرح سے

ہم سوچتے رہتے ہیں عطا اور طرح کی
دیتا ہے ترا دستِ کرم اور طرح سے

مرتے تو شہیدانِ محبت بھی ہیں امجد
جاتے ہیں مگر سوئے عدم اور طرح سے

چہرے پہ مرے زُلف کو پھیلاؤ کسی دن
کیا روز گرجتے ہو، برس جاؤ کسی دن

رازوں کی طرح اُتر و مرے دل میں کسی شب
دستک پہ مرے ہاتھ کی کھُل جاؤ، کسی دن

پیڑوں کی طرح حُسن کی بارش میں نہاؤں
بادل کی طرح جھُوم کے گھِر آؤ کسی دن

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

خُوشبو کی طرح گزرو مرے دل کی گلی سے
پھُولوں کی طرح مجھ پہ بکھر جاؤ کسی دن

پھر ہاتھ کو خیرات ملے بندِ قبا کی
پھر لطفِ شبِ وصل کو دوہراؤ کسی دن

گزریں جو مرے گھر سے تو رُک جائیں ستارے
اِس طرح مری رات کو چمکاؤ کسی دن

میں اپنی ہر اک سانس اُسی رات کو دے دُوں
سر رکھ کے مرے سینے پہ سو جاؤ، کسی دن

○

کوئی بھی آدمی پورا نہیں ہے
کہیں آنکھیں، کہیں چہرا نہیں ہے

یہاں سے کیوں کوئی بیگانہ گزرے!
یہ میرے خواب ہیں، رستہ نہیں ہے

جہاں پر تھے تری پلکوں کے سائے
وہاں اب کوئی بھی سایا نہیں ہے

زمانہ دیکھتا ہے ہر تماشہ
یہ لڑکا کھیل سے تھکتا نہیں ہے

ہزاروں شہر ہیں ہمراہ اس کے
مسافر دشت میں تنہا نہیں ہے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

یہ کیسے خواب سے جاگی ہیں آنکھیں
کسی منظر پہ دل جمتا نہیں ہے

جو دیکھو تو ہر اک جانب، سمندر
مگر پینے کو اک قطرہ نہیں ہے

مثالِ چوبِ نم خوردہ، یہ سینہ
سُلگتا ہے، مگر جلتا نہیں ہے

خُدا کی ہے یہی پہچان، شاید
کہ کوئی اور اُس جیسا نہیں ہے

○

کہاں آ کے رُکنے تھے راستے! کہاں موڑ تھا! اُسے بھول جا
وہ جو مل گیا اُسے یاد رکھ، جو نہیں ملا اُسے بھول جا

وہ ترے نصیب کی بارشیں کسی اور چھت پہ برس گئیں
دلِ بے خبر مری بات سُن، اُسے بھول جا، اُسے بھول جا

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

میں تو گم تھا تیرے ہی دھیان میں، تری آس تیرے گمان میں
صبا کہہ گئی مرے کان میں، میرے ساتھ آ، اُسے بھول جا

کسی آنکھ میں نہیں اشکِ غم، ترے بعد کچھ بھی نہیں ہے کم
تجھے زندگی نے بھلا دیا، تُو بھی مسکرا، اُسے بھول جا

کہیں چاکِ جاں کا رفو نہیں، کسی آستیں پہ لہو نہیں
کہ شہیدِ راہِ ملال کا نہیں خوں بہا، اُسے بھول جا

یوں اُٹا ہوا ہے غبار میں، غمِ زندگی کے فشار میں
وہ جو درج تھا ترے بخت میں، سو وہ ہو گیا، اُسے بھول جا

نہ وہ آنکھ ہی تری آنکھ تھی، نہ وہ خواب ہی ترا خواب تھا
دلِ منتظر تو یہ کس لیے، ترا جاگنا، اُسے بھول جا

یہ جو رات دن کا ہے کھیل سا، اسے دیکھ، اس پہ یقیں نہ کر
نہیں عکس کوئی بھی مستقل، سرِ آئینہ، اُسے بھول جا

جو بساطِ جاں ہی اُلٹ گیا، وہ جو راستے سے پلٹ گیا
اُسے روکنے سے حصول کیا، اُسے مت بُلا، اُسے بھول جا

تو یہ کس لیے شبِ ہجر کے اُسے ہر ستارے میں دیکھنا
وہ فلک کہ جس پہ ملے تھے ہم، کوئی اور تھا، اُسے بھول جا

تجھے چاند بن کے ملا تھا جو، ترے ساحلوں پہ کھلا تھا جو
وہ تھا ایک دریا وصال کا، سو اُتر گیا، اُسے بھول جا

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

اپنے گھر کی کھڑکی سے میں آسمان کو دیکھوں گا
جس پر تیرا نام لکھا ہے اُس تارے کو ڈھونڈوں گا

تم بھی ہر شب دیا جلا کر پلکوں کی دہلیز پہ رکھنا
میں بھی روز اک خواب تمہارے شہر کی جانب بھیجوں گا

ہجر کے دریا میں تم پڑھنا لہروں کی تحریریں بھی
پانی کی ہر سطر پہ میں کچھ دل کی باتیں لکھوں گا

جس تنہا سے پیڑ کے نیچے ہم بارش میں بھیگے تھے
تم بھی اُس کو چھو کے گزرنا، میں بھی اُس سے لپٹوں گا

"خواب مسافر لمحوں کے ہیں، ساتھ کہاں تک جائیں گے"
تم نے بالکل ٹھیک کہا ہے، میں بھی اب کچھ سوچوں گا

بادل اوڑھ کے گزروں گا میں تیرے گھر کے آنگن سے
قوسِ قزح کے سب رنگوں میں تجھ کو بھیگا دیکھوں گا

رات گئے جب چاند ستارے لکن میٹی کھیلیں گے
آدھی نیند کا سپنا بن کر میں بھی تم کو چھو لوں گا

بے موسم بارش کی صورت، دیر تلک اور دور تلک
تیرے دیارِ حسن پہ میں بھی کن من کن من برسوں گا

شرم سے دوہرا ہو جائے گا کان پڑا وہ بندا بھی
بادِ صبا کے لہجے میں اِک بات میں ایسی پوچھوں گا

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

صفحہ صفحہ ایک کتابِ حُسن سی کھُلتی جائے گی
اور اُسی کی لَو میں پھر میں تُم کو اَزبر کر لُوں گا

وقت کے اِک کنکر نے جس کو عکسوں میں تقسیم کیا
آبِ رواں میں کیسے امجد اب وہ چہرا جوڑوں گا!

○

بانجھ اِرادہ اور کوئی!
جُھوٹا وعدہ اور کوئی!

ہم جیسا کیا دیکھا ہے!
تم نے سادہ اور کوئی!

دل میں سارا کھوٹ ہی کھوٹ
تن پہ لبادہ اور کوئی

دیر و حَرم تو چھان لیے
دیکھیں جادہ، اور کوئی!

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

دل میں اب کیوں رہتا ہے!
تم سے زیادہ اور کوئی!

نکلے تھے ہم اپنے گھر سے
کر کے ارادہ اور کوئی

آخر کس اُمید پہ مانگیں
امجد وعدہ اور کوئی!

○

شہد کہیں گے سَم کو بھی
جینا تو ہے ہم کو بھی!

تجھ بن جلتے دیکھا ہے
پھُولوں کے موسم کو بھی

بازاروں میں لے آئے
لوگ تو دل کے غم کو بھی!

مُہلت آنکھ جھپکنے کی
منظر کو بھی، ہم کو بھی

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

صدیوں پیچھے بھاگے گا
ٹھہرا جو اِک دَم کو بھی

قاصد کر کے دیکھیں گے
اب کے چشمِ نم کو بھی

کون یہ پیاسا گزرا ہے؟
توڑ کے جامِ جم کو بھی

مولا ـــــ تیری دُنیا میں
چین ملے گا ہم کو بھی!

امجد اُونچا رکھیں گے
جلے ہُوئے پرچم کو بھی

○

وہ جو اُوپر ہے بیٹھا ہُوا، اور ہے
میری بستی کا شاید خُدا، اور ہے!

وصل کی شب تو چمکے تھے تارے بہت
ہجر کی شام کا سلسلہ اور ہے

شہر میں جو اُڑی وہ خبر، اور تھی
جس سے گزرے تھے ہم، واقعہ اور ہے

کر رہا ہُوں مُسلسل سفر کس لیے؟
اُس کی بستی کا تو راستہ اور ہے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

خُود کو لگتے ہیں کیوں ، اجنبی ، اجنبی !
عکس بدلا ہے یا آئنہ اور ہے

ماند پڑتے ہُوئے منظروں کی قسم!
واپسی کے سفر کا مزا اور ہے

دردمندِ وفا، کس طرح سے رُکے
اس نگر کی تو آب و ہوا اور ہے

اپنے تاروں سے کہنا ، چمکتے رہیں!
میری آنکھوں میں اِک رتجگا اور ہے

اَب تو ہے راکھ کی ایک مُٹھی ، یہ دل
جو ہَوا سے لڑا تھا دِیا اور ہے !

○

ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں، فُرصت کتنی ہے
پھر بھی تیرے دیوانوں کی شُہرت کتنی ہے!

سُورج گھر سے نِکل چُکا تھا کرنیں تیز کیے
شبنم گُل سے پُوچھ رہی تھی "مہلت کتنی ہے"!

بے مقصد سب لوگ مُسلسل بولتے رہتے ہیں
شہر میں دیکھو سنّاٹے کی دہشت کتنی ہے!

لفظ تو سب کے اِک جیسے ہیں، کیسے بات کھُلے؟
دُنیا داری کتنی ہے اور چاہت کتنی ہے!

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

سپنے بیچنے آ تو گئے ہو، لیکن دیکھ تو لو
دُنیا کے بازار میں ان کی قیمت کتنی ہے!

دیکھ غزالِ رم خوردہ کی پھیلی آنکھوں میں
ہم کیسے بتلائیں دل میں وحشت کتنی ہے!

ایک ادھورا وعدہ اُس کا، ایک شکستہ دل،
لُٹ بھی گئی تو شہرِ وفا کی دولت کتنی ہے!

میں ساحل ہُوں اور وہ دریا جیسا ہے
کتنی دُوری ہے دونوں میں، قُربت کتنی ہے!

○

شمعِ غزل کی لَو بن جائے، ایسا مصرعہ ہو تو کہو
اِک اِک حرف میں سوچ کی خُوشبو، دل کا اُجالا ہو تو کہو

رازِ محبّت کہنے والے لوگ تو لاکھوں ملتے ہیں
رازِ محبّت رکھنے والا، ہم سا دیکھا ہو تو کہو!

کون گواہی دے گا اُٹھ کر جھُوٹوں کی اس بستی میں
سچ کی قیمت دے سکنے کا تم میں یارا ہو تو کہو!

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

ویسے تو ہر شخص کے دل میں ایک کہانی ہوتی ہے
ہجر کا لاوا، غم کا سلیقہ، درد کا لہجہ ہو تو کہو

امجد صاحب آپ نے بھی تو دُنیا گھوم کے دیکھی ہے
ایسی آنکھیں ہیں تو بتاؤ! ایسا چہرا ہو تو کہو!

حضورِ یار میں حرفِ التجا کے رکھے تھے
چراغ سامنے جیسے ہَوا کے رکھے تھے

بس ایک اشکِ ندامت نے صاف کر ڈالے
وہ سب حساب جو ہم نے اُٹھا کے رکھے تھے

سمومِ وقت نے لہجے کو زخم زخم کیا
وگرنہ ہم نے قرینے صَبا کے رکھے تھے

کسی نے پاؤں نہ رکھا وگرنہ وصل کی شب
زمیں پہ ہم نے ستارے بچھا کے رکھے تھے!

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

بکھر رہے تھے سو ہم نے اُٹھا لیے خود ہی
گلاب جو تری خاطر سجا کے رکھے تھے

ہوا کے پہلے ہی جھونکے سے ہار مان گئے
وہی چراغ جو ہم نے بچا کے رکھے تھے

مٹا سکی نہ انھیں روز و شب کی بارش بھی
دلوں پہ نقش جو رنگِ حنا کے رکھے تھے

حصولِ منزلِ دُنیا کچھ ایسا کام نہ تھا
مگر جو راہ میں پتھر اَنا کے رکھے تھے!

○

آگ لگی تھی سینہ سینہ، ہر شعلہ جوالا تھا
اب کے شہر میں روشنیوں کا منظر دیکھنے والا تھا!

دروازوں پر پڑے ہُوئے تھے ڈھیر شکستہ خوابوں کے
دالانوں میں نفرت کے آسیب نے ڈیرا ڈالا تھا

گلیوں گلیوں بھٹک رہا تھا ایک سُنہرا خواب، جسے
میرے بڑوں نے اپنی لاکھوں نیندیں بیچ کے پالا تھا

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

اپنی اپنی کشتی لے کر یوں دریا میں کُود پڑے
جیسے صرف جہاز ہی اس طوفان میں ڈُوبنے والا تھا

امجد یہ تقدیر تھی اُس کی یا قُدرت کا کھیل!
گرا جہاں پر رات کا پنچھی، تھوڑی دُور اُجالا تھا

بھیڑ میں اِک اجنبی کا سامنا اچھّا لگا
سب سے چُھپ کر وہ کسی کا دیکھنا اچھّا لگا

سُرمئی آنکھوں کے نیچے پُھول سے کھلنے لگے
کہتے کہتے کچھ کسی کا سوچنا، اچھّا لگا

بات تو کچھ بھی نہیں تھی لیکن اس کا ایک دَم
ہاتھ کو ہونٹوں پہ رکھ کر روکنا اچھّا لگا

چائے میں چینی ملانا اُس گھڑی بھایا بہت
زیرِ لب وہ مسکراتا "شکریہ" اچھا لگا

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

دِل میں کتنے عہد باندھے تھے بھلانے کے اُسے
وہ مِلا تو سب اِرادے توڑنا اچھا لگا

بے اِرادہ لمس کی وہ سنسنی پیاری لگی
کم توجّہ آنکھ کا وہ دیکھنا اچھّا لگا!

نیم شب کی خامشی میں، بھیگتی سڑکوں پہ کل
تیری یادوں کے جلو میں گھومنا اچھّا لگا

اُس عدوئے جاں کو امجد میں بُرا کیسے کہوں!
جب بھی آیا سامنے وہ بے وفا، اچھّا لگا

○

ایک آزار ہُوئی جاتی ہے شُہرت ہم کو
خُود سے ملنے کی بھی ملتی نہیں فُرصت ہم کو

روشنی کا یہ مُسافر ہے، رہِ جاں کا نہیں!
اپنے سائے سے بھی ہونے لگی وحشت ہم کو

آنکھ اب کس سے تحیّر کا تماشہ مانگے!
اپنے ہونے پہ بھی ہوتی نہیں حیرت ہم کو!

اب کے اُمّید کے شعلے سے بھی آنکھیں نہ جلیں
جانے کس موڑ پہ لے آئی محبّت ہم کو

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

کون سی رُت ہے زمانے میں، ہمیں کیا معلوم
اپنے دامن میں لیے پھرتی ہے حسرت ہم کو

زخم یہ وصل کے مرہم سے بھی شاید نہ بھرے
ہجر میں ایسی ملی اب کے مُسافت ہم کو

داغِ عصیاں تو کسی طور نہ چُھپتے امجد
ڈھانپ لیتی نہ اگر چادرِ رحمت ہم کو

○

شہر اُجڑا ہو تو آباد کروں!
جو نہ بھُولے اُسے کیا یاد کروں!

ساری چیزیں ہی بدل کر رہ جائیں
اِک ہُنر ایسا بھی ایجاد کروں

میرے لفظوں سے نکل جائے اثر
کوئی خواہش جو ترے بعد کروں

بھیک لعنت ہے! ملے یا نہ ملے
کیوں میں رُسوائیِ فریاد کروں!

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

کوئی اُس آنکھ پہ شاید اُترے!
روز اِک خواب کو آزاد کروں

یہ تو ہے کھیل کا حصّہ امجد
کس لیے شکوۂ بے داد کروں

○

جو اُتر کے زینۂ شام سے، تری چشمِ خُوش میں سما گئے
وُہی جلتے بجھتے چراغ سے، مرے بام و دَر کو سجا گئے

یہ جو عاشقی کا ہے سلسلہ، ہے یہ اصل میں کوئی معجزہ
کہ جو لفظ میرے گُماں میں تھے، وہ تری زبان پہ آ گئے!

وہ جو گیت تم نے سُنا نہیں، مری عُمر بھر کا ریاض تھا
مرے درد کی تھی وہ داستاں، جسے تم ہنسی میں اُڑا گئے

وہ چراغِ جاں، کبھی جس کی لَو، نہ کسی ہَوا سے نِگوں ہُوئی
تری بے وفائی کے وسوسے اُسے چُپکے چُپکے بُجھا گئے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

وہ تھا چاند شامِ وصال کا، کہ تھا رُوپ تیرے جمال کا
مری روح سے مری آنکھ تک، کسی روشنی میں نہا گئے

یہ جو بندگانِ نیاز ہیں، یہ تمام ہیں وہی لشکری!
جنھیں زندگی نے اماں نہ دی، تو ترے حضور میں آ گئے

تری بے رُخی کے دیار میں، ہَوا کے ساتھ ہَوا، ہُوا
ترے آئنے کی تلاش میں، مرے خواب چہرا گنوا گئے

ترے وسوسوں کے فشار میں، ترا شہرِ رنگ اُجڑ گیا
مری خواہشوں کے غُبار میں، مرے ماہ و سالِ وفا گئے!

☆ وہ عجیب پھُول سے لفظ تھے، ترے ہونٹ جن سے مہک اُٹھے
مرے دشتِ خواب میں دُور تک، کوئی باغ جیسے لگا گئے

☆ مری عُمر سے نہ سمٹ سکے، مرے دل میں اتنے سوال تھے
ترے پاس جتنے جواب تھے، تری اِک نگاہ میں آ گئے

○

شکستہ لاکھ ہو نیّا کسی کی
نہیں سُنتا مگر دریا کسی کی

ضروری کیوں ہے زخمِ بے وفائی
گزرتی کیوں نہیں، تنہا کسی کی!

کسی کے ساتھ سایا تک نہیں ہے
کسی کے ساتھ ہے دُنیا کسی کی

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

میں آنکھوں میں سجائے پھر رہا ہوں
نشانی ہے مرا صحرا کسی کی

پرانے ملگجے کپڑوں میں امجد
بڑھی کچھ اور بھی شوبھا کسی کی

نشاط

○

غبارِ دشتِ طلب میں ہیں رفتگاں کیا کیا
چمک رہے ہیں اندھیرے میں استخواں کیا کیا

دِکھا کے ہم کو ہمارا ہی قاش قاش بدن
دلاسے دیتے ہیں دیکھو تو قاتلاں کیا کیا

گھٹی دلوں کی محبت تو شہر بڑھنے لگے
مٹے جو گھر تو ہویدا ہُوئے مکاں، کیا کیا

پلٹ کے دیکھا تو اپنے نشانِ پا بھی نہ تھے
ہمارے ساتھ سفر میں تھے ہمرہاں کیا کیا

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

ہلاکِ نالۂ شبنم، ذرا نظر تو اُٹھا
نمود کرتے ہیں عالم میں گُل رُخاں کیا کیا

کہیں ہے چاند سوالی، کہیں گدا خورشید
تمھارے در پہ کھڑے ہیں یہ سائلاں کیا کیا

بچھڑ کے تجھ سے نہ جی پائے، مختصر یہ ہے
اس ایک بات سے نکلی ہے داستاں کیا کیا

ہے پُرسکون سمندر مگر سُنو تو سہی
لبِ خموش سے کہتے ہیں بادباں کیا کیا

کسی کا رختِ مسافت تمام دھوپ ہی دھوپ
کسی کے سر پہ کشیدہ ہیں سائباں کیا کیا

نکل ہی جائے گی اِک دن مدار سے یہ زمیں
اگرچہ پہرے پہ بیٹھے ہیں آسماں کیا کیا

فنا کی چال کے آگے کسی کی کچھ نہ چلی
بساطِ دہر سے اُٹھے حساب داں کیا کیا

کسے خبر ہے کہ امجد بہار آنے تک
خزاں نے چاٹ لیے ہوں گے گلستاں کیا کیا

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

پسپا ہُوئی سپاہ تو پرچم بھی ہم ہی تھے
حیرت کی بات یہ ہے کہ برہم بھی ہم ہی تھے

گرنے لگے جو سُوکھ کے پتّے تو یہ کھُلا!
گلشن تھے ہم جو آپ تو موسم بھی ہم ہی تھے

ہم ہی تھے تیرے وصل سے محروم عُمر بھر
لیکن تیرے جمال کے محرم بھی ہم ہی تھے

منزل کی بے رُخی کے گِلہ مند تھے ہمیں
ہر راستے میں سنگِ مجسّم بھی ہم ہی تھے

اپنی ہی آستیں میں تھا خنجر چُھپا ہُوا
امجدؔ ہر ایک زخم کا مرہم بھی ہم ہی تھے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

○

کب سے ہم لوگ اِس بھنور میں ہیں!
اپنے گھر میں ہیں یا سفر میں ہیں!

یُوں تو اُڑنے کو آسماں ہیں بہت
ہم ہی آشوبِ بال و پر میں ہیں

زندگی کے تمام تر رستے
موت ہی کے عظیم ڈر میں ہیں

اِتنے خدشے نہیں ہیں رستوں میں
جس قدر خواہشِ سفر میں ہیں

سیپ اور جوہری کے سب رشتے
شعر اور شعر کے ہُنر میں ہیں

سایۂ راحتِ شجر سے نکل
کچھ اُڑانیں جو بال و پَر میں ہیں؟

عکس بے نقش ہو گئے امجد
لوگ پھر آئنوں کے ڈر میں ہیں

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

○

(نذرِ مصحفی)

جب بھی آنکھوں میں ترے وصل کا لمحہ چمکا
چشمِ بے آب کی دہلیز پہ دریا چمکا

فصلِ گُل آئی، کھُلے باغ میں خُوشبو کے عَلَم
دِل کے ساحل پہ ترے نام کا تارا چمکا

عکس بے نقش ہُوئے آئنے دھندلانے لگے
دَرد کا چاند سرِ بامِ تمنّا چمکا

پیرہن میں بھی ترا حُسن نہ تھا برق سے کم
جب کھُلے بندِ قبا اور ہی نقشا چمکا

رُوح کی آنکھیں چکا چوند ہُوئی جاتی ہیں
کس کی آہٹ کا مرے کان میں نغمہ چمکا

رنگ آزاد ہُوئے گُل کی گرہ کھُلتے ہی
ایک لمحے میں عجب باغ کا چہرا چمکا

دِل کی دیوار پہ اُڑتے رہے ملبُوس کے رنگ
دیر تک اِن میں تری یاد کا سایا چمکا

لہریں اُٹھ اُٹھ کے مگر اس کا بدن چُومتی تھیں
وہ جو دریا پہ گیا خُوب ہی دریا چمکا

یوں تو ہر رات چمکتے ہیں ستارے لیکن
وصل کی رات بہت صُبح کا تارا چمکا

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

ہجر پنپا نہ ترا وصل ہمیں راس آیا
کسی میدان میں تارا نہ ہمارا چمکا

جیسے بارش سے دُھلے صحنِ گلستاں امجد
آنکھ جب خشک ہُوئی اور بھی چہرا چمکا

○

سائے ڈھلنے، چراغ جلنے لگے
لوگ اپنے گھروں کو چلنے لگے

اِتنی پُرپیچ ہے بھنور کی گرہ
جیسے نفرت دِلوں میں پلنے لگے

دُور ہونے لگی جرس کی صدا
کارواں، راستے بدلنے لگے

اُس کے لہجے میں برف تھی لیکن
چھُو کے دیکھا تو ہاتھ جلنے لگے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

راہ گُم کردہ طائروں کی طرح
پھر ستارے سفر پہ چلنے لگے

پھر نگاہوں سے کٹ گئیں آنکھیں
عکس پھر آئنے بدلنے لگے

اُس کے بندِ قبا کے جادُو سے
سانپ سے اُنگلیوں میں چلنے لگے

○

پردے میں اُس بدن کے چُھپیں راز کس طرح !
خُوشبو نہ ہو گی پھُول کی عنّاز کس طرح !

طرزِ کلام اُن کا ہُوا طرزِ خاص و عام
بدلیں گے اَب وہ بات کا انداز کس طرح

بدلا جو اُس کی آنکھ کا انداز تو کھُلا !
کرتے ہیں رنگ پھُول سے پرواز کس طرح

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

(ق)

آنکھوں میں کیسے تن گئی دیوارِ بے حسی
سینوں میں گھُٹ کے رہ گئی آواز کس طرح

وہ حق پرست کیسے ہُوئے مصلحت پرست؟
نغموں سے بے لباس ہُوئے ساز کس طرح!

آنکھوں میں موم ڈال کے بیٹھیں گے کب تلک
آئینوں سے چھپائیں گے یہ راز کس طرح!

اُس کی نظر میں عکسِ تعلّق کہیں نہیں
امجد، حدیثِ شوق ہو آغاز کس طرح!

○

اپنے ہونے کی تب و تاب سے باہر نہ ہُوئے
ہم ہیں وہ سیپ جو آزادۂ گوہر نہ ہُوئے

حرفِ بے صَوت کی مانند رہے ___ دُنیا میں
دشتِ امکاں میں کِھلے نقشِ مصوّر نہ ہُوئے

پھُول کے رنگ سرِ شاخِ خزاں بھی چمکے
قیدیِ رسمِ چمن، خاک کے جوہر نہ ہُوئے

تھک کے گرتے بھی نہیں، گھر کو پلٹتے بھی نہیں
نجمِ افلاک ہُوئے، آس کے طائر نہ ہُوئے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

اس کی گلیوں میں رہے گردِ سفر کی صورت
سنگِ منزل نہ بنے، راہ کا پتھر نہ ہوئے
اپنی ناکام اُمیدوں کے خم و پیچ میں گم
ابرِ کم آب تھے ہم، رزقِ سمندر نہ ہوئے

○

لہو کے پھول سرِ شاخِ انتظار کھلے
یہ کس بہار کے غنچے، پسِ بہار کھلے!

دلوں سے گردِ مسافت دھلی تو آنکھوں میں
گلِ وصال کھلے اور بے شمار کھلے

خود اپنے سامنے بے بس ہے قوتِ تخلیق
کہ موجِ رنگ تو پتھر کے آر پار کھلے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

ہے جو بھی پھول وہ فردِ حساب جیسا ہے
گئی رُتوں میں جو بوئے تھے اَب کی بار کھلے

ہَوا کچھ ایسی چلی ہے سوادِ ہجراں میں
خزاں کے صحن میں جیسے گُلِ بہار کھلے

○

لہُو میں تیرتے پھرتے ملال سے کچھ ہیں
کبھی سُنو تو دِلوں میں سوال سے کچھ ہیں

میں خُود بھی ڈوب رہا ہُوں ہر اک ستارے میں
کہ یہ چراغ مِرے حسبِ حال سے کچھ ہیں

غمِ فراق سے اِک پَل نظر نہیں ہٹتی
اس آئنے میں ترے خدوخال سے کچھ ہیں

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

اِک اور مَوج کہ اے سیلِ اشتباہ ابھی
ہماری کشتِ یقیں میں خیال سے کچھ ہیں

ترے فراق کی صدیاں ترے وصال کے پَل
شمارِ عُمر میں یہ ماہ و سال سے کچھ ہیں

○

پلکوں کی دہلیز پہ چمکا ایک ستارا تھا
ساحل کی اُس بھیڑ میں جانے کون ہمارا تھا!

کہساروں کی گونج کی صُورت پھیل گیا ہے وہ
میں نے اپنے آپ میں چھُپ کر جسے پکارا تھا

سر سے گزرتی ہر اِک مَوج کو ایسے دیکھتے ہیں
جیسے اِس گردابِ فنا میں یہی سہارا تھا!

ہجر کی شب وہ نیلی آنکھیں اور بھی نیلی تھیں
جیسے اُس نے اپنے سر سے بوجھ اُتارا تھا

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

جس کی چھلملتا میں تم نے، مجھ کو قتل کیا
پت جھڑ کی اُس رات وہ سب سے روشن تارا تھا

ترکِ وفا کے بعد ملا تو، جب معلوم ہُوا
اِس میں کتنے رنگ تھے اس کے کون ہمارا تھا

کون کہاں پر جھوٹا نکلا! کیا بتلاتے ہم
دُنیا کی تفریح تھی اس میں، ہمیں خسارا تھا

جو منزل بھی راہ میں آئی، دل کا بوجھ بنی
وہ اُس کی تعبیر نہ تھی جو خواب ہمارا تھا

یہ کیسی آواز ہے جس کی زندہ گونج ہُوں میں
صبحِ ازل میں کس نے امجد مجھے پکارا تھا

○

تارا تارا اُتر رہی ہے رات سمندر میں
جیسے ڈُوبنے والوں کے ہوں ہاتھ سمندر میں

ساحل پر تو سب کے ہونگے اپنے اپنے لوگ
رہ جائے گی کشتی کی ہر بات سمندر میں

ایک نظر دیکھا تھا اُس نے، آگے یاد نہیں
کھُل جاتی ہے دریا کی اوقات سمندر میں

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

میں ساحل سے لَوٹ آیا تھا، کشتی چلنے پر
پگھل چُکی تھی لیکن میری ذات سمندر میں

کاٹ رہا ہُوں ایسے امجد یہ ہستی کی رہ
بے پتواری ناؤ پہ جیسے رات سمندر میں

○

لرزش نگہ میں، لہجے میں لُکنت عجیب تھی
اس اوّلیں وصال کی وحشت عجیب تھی

روشن ہُوئی اُسی سے، اُسی سے بِکھر گئی
شبنم کو آفتاب سے نسبت عجیب تھی

آنسو دیئے پر آنکھ کو رونے کی خُو نہ دی
اے بادشاہِ غم، یہ عنایت عجیب تھی

کھڑکی میں آ کے چاند نے جھپکی نہیں پلک
کل شب مرے مکان میں صحبت عجیب تھی

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

اِک پَل تو جیسے سارا بدن سُنسنا اُٹھا
اِس سرسری نگاہ میں دعوت عجیب تھی

ساحل پہ تھے تو ریت کا جادُو تھا ہر طرف
کشتی چلی تو بحر کی دہشت عجیب تھی

دل میں نہ رہ سکے، جو کہیں تو کہی نہ جائے
امجدؔ شکستِ دل کی حکایت عجیب تھی

○

دشتِ دل میں سراب تازہ ہیں
بُجھ چکی آنکھ، خواب تازہ ہیں

داستانِ شکستِ دل ہے وُہی
ایک دو چار باب تازہ ہیں

کوئی موسم ہو دل گلستاں میں
آرزو کے گلاب تازہ ہیں

دوستی کی زباں ہُوئی متروک
نفرتوں کے نصاب تازہ ہیں

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

آگہی کے ، ہماری آنکھوں پر
جس قدر ہیں عذاب، تازہ ہیں

زخم در زخم دل کے کھاتے ہیں
دوستوں کے حساب تازہ ہیں

سر پہ بوڑھی زمین کے امجد
اَب کے یہ آفتاب تازہ ہیں

○

جو سرِ دار آ نہیں سکتا
قرضِ ہستی چکا نہیں سکتا

"آج" جس آئینے میں ڈھلا ہو
عکس کل کا دِکھا نہیں سکتا

(ق)

لہر ایسی چلی ہے بستی میں
کوئی بھی سر اُٹھا نہیں سکتا

ضبط سے یوں چٹخ رہے ہونٹ
آدمی مُسکرا نہیں سکتا

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

زخمِ بے حُرمتی کی کیفیت
کوئی ہونٹوں پہ لا نہیں سکتا

اِتنی گہری ہُوئی ہے تاریکی
آدمی راہ پا نہیں سکتا

رات کے اِس حِصار میں، مَیں تو
صُبح کے گیت گا نہیں سکتا

کِس قدر خواب ہیں نگاہوں میں
جن کو لفظوں میں لا نہیں سکتا

تم نہ دیکھو تمُھارا دین ایمان
میں تو نظریں چُرا نہیں سکتا

دِل سمندر بھی ہو اگر امجدؔ
پیاس غم کی بُجھا نہیں سکتا

○

اُس نے آہستہ سے جب پُکارا مجھے
جُھک کے تکنے لگا ہر ستارا مجھے

تیرا غم، اِس فشارِ شب و روز میں
ہونے دیتا نہیں بے سہارا مجھے

ہر ستارے کی بُجھتی ہُوئی روشنی
میرے ہونے کا ہے استعارا مجھے

اے خُدا، کوئی ایسا بھی ہے معجزہ
جو کہ مجھ پر کرے آشکارا مجھے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

کوئی سُورج نہیں، کوئی تارا نہیں
تُو نے کس جھٹپٹے میں اُتارا مجھے!

عکسِ امروز میں، نقشِ دیروز میں
اِک اشارا تجھے، اِک اشارا مجھے

ہیں اَزل تا اَبد ٹوٹتے آئینے
آگہی نے کہاں لا کے مارا مجھے

○

لہُو میں رنگ لہرانے لگے ہیں
زمانے خُود کو دُہرانے لگے ہیں

پَروں میں لے کے بے حاصل اُڑانیں
پرندے لَوٹ کر آنے لگے ہیں

کہاں ہے قافلہ بادِ صبا کا!
دِلوں کے پھُول مُرجھانے لگے ہیں

کُھلے جو ہم نشینوں کے گریباں
خُود اپنے زخم افسانے لگے ہیں

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

کچھ ایسا درد تھا بانگِ جرس میں
سفر سے قبل پچھتانے لگے ہیں

کچھ ایسی بے یقینی تھی فضا میں
جو اپنے تھے وہ بیگانے لگے ہیں

ہوا کا رنگ نیلا ہو رہا ہے
چمن میں سانپ لہرانے لگے ہیں

فلک کے کھیت میں کھلتے ستارے
زمیں پر آگ برسانے لگے ہیں

لبِ زنجیر ہے تعبیر جن کی
وہ سپنے پھر نظر آنے لگے ہیں

کھلا ہے رات کا تاریک جنگل
اور اندھے راہ دکھلانے لگے ہیں

چمن کی باڑ تھی جن کا ٹھکانہ
دلِ شبنم کو دھڑکانے لگے ہیں

بچانے آئے تھے دیوار ــــ لیکن
عمارت ہی کو اب ڈھانے لگے ہیں

خدا کا گھر تمھی سمجھو، تو سمجھو
ہمیں تو یہ صنم خانے لگے ہیں

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

○

اگرچہ کوئی بھی اندھا نہیں تھا
لکھا دیوار کا پڑھتا نہیں تھا

کچھ ایسی برف تھی اُس کی نظر میں!
گزرنے کے لیے رستہ نہیں تھا

نمُھی نے کون سی اچھائی کی ہے
چلو مانا کہ میں اچھّا نہیں تھا

کھُلی آنکھوں سے ساری عُمر دیکھا
اِک ایسا خواب جو اپنا نہیں تھا

میں اُس کی انجمن میں تھا اکیلا
کسی نے بھی مجُھے دیکھا نہیں تھا

سحر کے وقت کیسے چھوڑ جاتا!
تمُھاری یاد تھی، سپنا نہیں تھا

کھڑی تھی رات کھڑکی کے سرہانے
دریچے میں وہ چاند اُترا نہیں تھا

دِلوں میں گرنے والے اشک چُنتا
کہیں اِک جوہری ایسا نہیں تھا

کچھ ایسی دُھوپ تھی اُن کے سروں پر
خدا جیسے غریبوں کا، نہیں تھا

ابھی حرفوں میں رنگ آتے کہاں سے!
ابھی میں نے اُسے لکھا نہیں تھا

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

تھی پُوری شکل اُس کی یاد مجھ کو
مگر میں نے اُسے دیکھا نہیں تھا

برہنہ خواب تھے سُورج کے نیچے
کسی اُمید کا پَردا نہیں تھا

ہے امجد آج تک وہ شخص دِل میں
کہ جو اُس وقت بھی میرا نہیں تھا

○

جو آنسو دل میں گرتے ہیں وہ آنکھوں میں نہیں رہتے
بہت سے حرف ایسے ہیں جو لفظوں میں نہیں رہتے

کتابوں میں لکھے جاتے ہیں دُنیا بھر کے افسانے
مگر جن میں حقیقت ہو کتابوں میں نہیں رہتے

بہار آئے تو ہر اک پھُول پر اک ساتھ آتی ہے
ہوا جن کا مقدّر ہو وہ شاخوں میں نہیں رہتے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

لیے پھرتے ہیں کچھ احباب ایسے مضطرب سجدے
جہاں دربار مل جائے جبینوں میں نہیں رہتے

مہک اور تتلیوں کا نام بھونرے سے جدا کیوں ہے
کہ یہ بھی تو خزاں آنے پہ پھولوں میں نہیں رہتے

○

کبھی تو دل تمناؤں کے اس گرداب سے نکلے
ہنر بھی کچھ ہمارے دیدۂ بے خواب سے نکلے!

ستارے ٹوٹ کر جیسے خلاؤں میں بکھر جائیں!
ہمارے نام بھی ایسے دلِ احباب سے نکلے

چمن میں گل بکھرنے پر بھی خوشبو چھوڑ جاتے ہیں!
زمیں کی انجمن سے جو اٹھے آداب سے نکلے

ابھی تک ان کے بام و در پہ امیدیں لرزتی ہیں
یہ کن شہروں کے نقشے وادیٔ سیلاب سے نکلے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

محبّت کا سخن وہ ہے کہ دشتِ سنگ میں کیجے
تو اِس کی بازگشتِ غم دلِ مہتاب سے نکلے

نہ ٹھہرا ایک بھی امجدؔ مری آنکھوں کے ساحل پر
ہزاروں کارواں اس رہگزارِ آب سے نکلے

○

کبھی رقصِ شامِ بہار میں اُسے دیکھتے
کبھی خواہشوں کے غبار میں اُسے دیکھتے

مگر ایک نجمِ سحر نما، کہیں جاگتا،
ترے ہجر کی شبِ تار میں اُسے دیکھتے

وہ تھا ایک عکسِ گریز پا، سو نہیں رُکا
کئی عُمر دشت و دیار میں اُسے دیکھتے

وہ جو بزم میں رہا بے خبر، کوئی اور تھا
شبِ وصل میرے کنار میں اُسے دیکھتے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

جو ازل کی لوح پہ نقش تھا، وہی عکس تھا
کبھی آپ قریۂ دار میں اُسے دیکھتے

وہ جو کائنات کا نُور تھا، نہیں دُور تھا
مگر اپنے قُرب و جوار میں اُسے دیکھتے

یہی اب جو ہے یہاں نغمہ خواں، یہی خُوش بیاں
کسی شام کُوئے نگار میں اُسے دیکھتے

○

کسی کی آنکھ میں خُود کو تلاش کرنا ہے
پھر اِس کے بعد ہمیں آئنوں سے ڈرنا ہے

فلک کی بند گلی کے فقیر ہیں تارے!
کہ گھُوم پھر کے یہیں سے انھیں گزرنا ہے

☆ جو زندگی تھی مری جان! تیرے ساتھ گئی
بس اب تو عُمر کے نقشے میں وقت بھرنا ہے

☆ جو تم چلو تو ابھی دو قدم میں کٹ جائے
جو فاصلہ مجھے صدیوں میں پار کرنا ہے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

تو کیوں نہ آج یہیں پر قیام ہو جائے
کہ شب قریب ہے، آخر کہیں ٹھہرنا ہے

وہ میرا سیلِ طلب ہو کہ تیری رعنائی
چڑھا ہے جو بھی سمندر، اُسے اُترنا ہے

سحر ہُوئی تو ستاروں نے مُوند لیں آنکھیں
وہ کیا کریں کہ جنھیں انتظار کرنا ہے

یہ خواب ہے کہ حقیقت، خبر نہیں امجد
مگر ہے جینا یہیں پر، یہیں پہ مرنا ہے

○

زندگانی، جاودانی بھی نہیں
لیکن اس کا کوئی ثانی بھی نہیں

ہے سوا نیزے پہ سُورج کا عَلَم
تیرے غم کی سائبانی بھی نہیں

منزلیں ہی منزلیں ہیں ہر طرف
راستے کی اِک نشانی بھی نہیں

آئینے کی آنکھ میں اَب کے برس
کوئی عکسِ مہربانی بھی نہیں

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

آنکھ بھی اپنی سراب آلود ہے
اور اِس دریا میں پانی بھی نہیں

جُز تحیّر، گردبادِ زیست میں
کوئی منظر غیر فانی بھی نہیں

درد کو دلکش بنائیں کس طرح!
داستانِ غم، کہانی بھی نہیں

یوں لُٹا ہے گلشن وہم و گماں
کوئی خارِ بدگمانی بھی نہیں

○

زندگی دَرد بھی، دَوا بھی تھی
ہم سفر بھی، گریز پا بھی تھی

کچھ تو تھے دوست بھی وفا شعار
کچھ مری آنکھ میں حیا بھی تھی

دن کا اپنا بھی شور تھا لیکن
شب کی آواز بے صدا بھی تھی

عشق نے ہم کو غیب داں کیا
یہی تحفہ، یہی سزا بھی تھی

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

گردِ بادِ وفا سے پہلے تک
سر پہ خیمہ بھی تھا ردا بھی تھی

ماں کی آنکھیں چراغ تھیں جس میں
میرے ہمراہ وہ دُعا بھی تھی

کچھ تو تھی رہگزر میں شمعِ طلب
اور کچھ تیز وہ ہوا بھی تھی

یہ وفا تو وہ خیر تھا امجد
کیوں اُس میں کہیں وفا بھی تھی!

○

آنکھوں سے اِک خواب گزرنے والا ہے
کھڑکی سے مہتاب گزرنے والا ہے

صدیوں کے ان خواب گزیدہ شہروں سے
مہرِ عالم تاب گزرنے والا ہے

جادُوگر کی قید میں تھے جب شہزادے
قصّے کا وہ باب گزرنے والا ہے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

(ق)

سنّاٹے کی دہشت بڑھتی جاتی ہے
بستی سے سیلاب گزرنے والا ہے

دریاؤں میں ریت اُڑے گی صحرا کی
صحرا سے گرداب گزرنے والا ہے

مولا جانے کب دیکھیں گے، آنکھوں سے
جو موسم شاداب گزرنے والا ہے

ہستی امجد دیوانے کا خواب سہی
اب تو یہ بھی خواب گزرنے والا ہے

○

وہ بادِ شام تھا اُس کو گزر ہی جانا تھا
گُلِ اُمید کھِلا تھا بکھر ہی جانا تھا

زمیں کا رِزق ہُوئے وصل و انتظار کے رنگ
پسِ بہار یہ نشّہ اُتر ہی جانا تھا

ہر اک سفر کی حدوں پر تھا ایک اور سفر
تمھارا ساتھ نہ ملتا تو مر ہی جانا تھا

وہ ایسے ناز سے گزرا کہ میں بُلا نہ سکا
یہ اور بات مجھے بھی اُدھر ہی جانا تھا

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

سفر کی اوّلیں شب میں گریز کر جاتا
اُسے یہ ہاتھ اگر چھوڑ کر ہی جانا تھا

وفا کے باب میں لفظوں کے سلسلے تھے بہت
کہیں کسی کو مِری جاں، مُکر ہی جانا تھا

اُفق کے ہاتھ پہ تاروں کا خُون تھا امجد
مَیں کور چشم اُسے بھی سحر ہی جانا تھا

۱۹۷۷ء

○

(نذرِ اقبال)

ہُجومِ صید میں دیکھا گھِرا ہُوا صیّاد
بدل رہا ہے نیا رُوپ عالمِ ایجاد

تُمھاری میری محبّت بحال کیسے ہو!
تغیّرات پہ قائم ہے وقت کی بنیاد

جب اپنی آنکھ کا دیکھا نہ معتبر ٹھہرے
کہاں سے لائیں خیالوں کے واسطے اُسناد

وہ کیا گھڑی تھی، کہاں پر ملے تھے ہم دونوں
وہ چل دیا تو مجھے دیر تک نہ آیا یاد

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

مرا بدن تھا گھنے جنگلوں کی تاریکی
تری طلب نے کیا ہے یہ خاکداں آباد

میں اپنے ہست کی تنہائیوں میں روتا ہوں
یہ مُسکراتا ہُوا شخص ہے مرا ہمزاد

جو بستیاں تھیں اُنھیں تو مٹا چکے امجد
نجانے اب یہ خرابے کرے گا کون آباد!

۱۹۷۷ء

○

کہنے کو میرا اُس سے کوئی واسطہ نہیں
امجد مگر وہ شخص مجھے بھولتا نہیں

ڈرتا ہُوں آنکھ کھولوں تو منظر بدل نہ جائے
مَیں جاگ تو رہا ہُوں مگر جاگتا نہیں

آشفتگی سے اُس کی اُسے بے وفا نہ جان
عادت کی بات اور ہے دِل کا بُرا نہیں

صاحبِ نظر سے کرتا ہے پتّھر بھی گفتگو
ناجنس کے حضور زباں کھولتا نہیں

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

تنہا اُداس چاند کو سمجھو نہ بے خبر
ہر بات سُن رہا ہے مگر بولتا نہیں

خاموش رتجگوں کا دُھواں تھا چہار سُو
نِکلا کب آفتاب مجھے تو پتا نہیں!

امجد وہ آنکھیں جھیل سی گہری تو ہیں مگر
اُن میں کوئی بھی عکس مِرے نام کا نہیں

۱۹۷۷ء

○

نعرہ نہیں تو نالہ ہی کوئی بُلند ہو
اے ساکنانِ شہرِ ستمگار کچھ کہو

کٹتی ہے کس طرح سے شبِ تارِ بے حسی
کرتے ہو بند کس طرح سُورج کی آنکھ کو!

سہمے ہُوئے ہیں اپنی ہی خاموشیوں سے لوگ
مُردہ نہیں یہ شہر مگر تُم صدا تو دو!

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

کیوں ہاتھ باندھے بیٹھے رہو مُجرموں کی مثل
دستِ ستم شعار سے تلوار چھین لو

امجد یہ رَتجگے ہیں سزا خوابِ مست کی
تاروں کے سائبان تلے جاگتے رہو

۱۹۷۷ء

○

کسی کی آنکھ جو پُرنم نہیں ہے
نہ سمجھو یہ کہ اُس کو غم نہیں ہے

سوادِ دَرد میں تنہا کھڑا ہُوں!
پلٹ جاؤں مگر موسم نہیں ہے

سمجھ میں کچھ نہیں آتا کسی کی!
اگرچہ گفتگو مُبہم نہیں ہے

سُلگتا کیوں نہیں تاریک جنگل!
طلب کی لَو اگر مدّھم نہیں ہے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

یہ بستی ہے ستم پروردگاں کی
یہاں کوئی کسی سے کم نہیں ہے

کنارا دُوسرا دریا کا جیسے
وہ ساتھی ہے مگر محرم نہیں ہے

دِلوں کی روشنی بجھنے نہ دینا
وجودِ تیرگی محکم نہیں ہے

میں تم کو چاہ کر پچھتا رہا ہُوں
کوئی اس زخم کا مرہم نہیں ہے

جو کوئی سُن سکے امجد تو دُنیا
بجز اِک بازگشتِ غم نہیں ہے

۱۹۷۷ء

○

تلاشِ منزلِ جاناں تو اِک بہانہ تھا
تمام عُمر میں اپنی طرف روانہ تھا

میں تیری دُھن میں رواں تھا مجھے پتہ نہ چلا
غبارِ راہ میں شاملِ غمِ زمانہ تھا

مَیں اُس کو حشر میں کس نام سے صدا دیتا
کہ میرا اُس کا تعارف تو غائبانہ تھا

عجب کشش تھی سمندر کی سبز آنکھوں میں
ہر ایک چشمہ اُسی کی طرف روانہ تھا

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

وہی نہیں تو ورق کس لیے سیاہ کریں
سخن تو عرضِ تمنّا کا اِک بہانہ تھا
سمندِ شوق تھا امجد رواں دواں جب تک
قدم کے نیچے ستاروں کا شامیانہ تھا

۱۹۷۷ء

○

بستیوں میں اک صدائے بے صدا رہ جائے گی
بام و دَر پہ نقشِ تحریرِ ہوا رہ جائے گی

آنسوؤں کا رِزق ہوں گی بے نتیجہ چاہتیں
خُشک ہونٹوں پر لرزتی اِک دُعا رہ جائے گی

رُو برو منظر نہ ہوں تو آئنے کِس کام کے
ہم نہیں ہوں گے تو دُنیا گردِ پا رہ جائے گی

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

خواب کے نشّے میں جُھکتی جائے گی چشمِ قمر
رات کی آنکھوں میں پھیلی انتجا رہ جائے گی

بے ثمر پیڑوں کو چُومیں گے صبا کے سبز لب
دیکھ لینا، یہ خزاں بے دست و پا رہ جائے گی!

۱۹۷۶ء

○

تُم سے بچھڑ کر پہروں سوچتا رہتا ہُوں
اَب میں کیوں اور کِس کی خاطر زندہ ہُوں
اے خاموش خلا کے مالک تیری قسم
بزمِ جہاں میں تجھ سے زیادہ تنہا ہُوں
جیتی جاگتی دُنیا کے ہنگاموں میں
یوں لگتا ہے جیسے میں اِک سایا ہُوں
کھویا ہے وہ جیسے ہاتھ لکیروں میں
ایسے اپنے ہاتھ کو تکتا رہتا ہُوں

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

ریزہ ریزہ ٹوٹ چکا ہوں اندر سے
گھر سے باہر گردن تان کے چلتا ہوں
جانے جس کا نام ہے امجد، کون ہے وہ
سچ پوچھو تو میں اِک جھوٹا چہرہ ہوں

۱۹۷۶ء

○

دل کے دریا کو کسی روز اُتر جانا ہے
اِتنا بے سمت نہ چل، لَوٹ کے گھر جانا ہے
اُس تک آتی ہے تو ہر چیز ٹھہر جاتی ہے
جیسے پانا ہی اسے اصل میں مر جانا ہے
بول اے شامِ سفر، رنگِ رہائی کیا ہے،
دِل کو رُکنا ہے کہ تاروں کو ٹھہر جانا ہے!
کون اُبھرتے ہوئے مہتاب کا رستہ روکے
اس کو ہر طور سُوئے دشتِ سحر جانا ہے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

میں کِھلا ہُوں تو اِسی خاک میں مِلنا ہے مجھے
وہ تو خُوشبو ہے اُسے اگلے نگر جانا ہے
وہ ترے حُسن کا جادو ہو کہ میرا غمِ دل
ہر مُسافر کو کسی گھاٹ اُتر جانا ہے

۱۹۷۵ء

○

دِل میں لاوا اُبل رہا ہے کیا؟
کوئی کُہسار جل رہا ہے کیا؟

خوابِ فردا! زمیں پہ ظاہر ہو
میری آنکھوں میں پَل رہا ہے کیا!

چشمِ شبنم ــــ سفیرِ غنچہ بن
یُوں ہَوا بَن کے چل رہا ہے کیا!

آ شریکِ غمِ خُدائی ہو
اپنی وحدت میں گل رہا ہے کیا!

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

اِتنے آسودہ کیوں ہیں اہلِ سفر
سر سے طُوفان ٹل رہا ہے کیا؟

کِس لیے بدحواس ہیں تارے
کوئی سُورج نِکل رہا ہے کیا؟

کیوں ہَوا اس قدر رُکی سی ہے
کوئی طوفان پَل رہا ہے کیا؟

کاٹ کر پھینک دے انھیں امجد
ایسے ہاتھوں کو مل رہا ہے کیا!

۱۹۷۵ء

○

اب کے سَفر ہی اور تھا، اور ہی کچھ سراب تھے
دشتِ طلب میں جا بجا، سنگِ گرانِ خواب تھے

حشر کے دن کا غلغلہ، شہر کے بام و دَر میں تھا
نِکلے ہُوئے سوال تھے، اُگلے ہُوئے جواب تھے

اب کے برس بہار کی، رُت بھی تھی اِنتظار کی
لہجوں میں سیلِ دَرد تھا، آنکھوں میں اضطراب تھے

خوابوں کے چاند ڈھل گئے تاروں کے دم نِکل گئے
پُھولوں کے ہاتھ جل گئے، کیسے یہ آفتاب تھے!

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

سیل کی رہگزر ہُوئے، ہونٹ نہ پھر بھی تر ہُوئے
کیسی عجیب پیاس تھی، کیسے عجب سحاب تھے!

عُمر اسی تضاد میں، رزقِ غبار ہو گئی
جسم تھا اور عذاب تھے، آنکھیں تھیں اور خواب تھے

صُبح ہُوئی تو شہر کے شور میں یوں بکھر گئے
جیسے وہ آدمی نہ تھے، نقش و نگارِ آب تھے

آنکھوں میں خُون بھر گئے، رستوں میں ہی بکھر گئے
آنے سے قبل مر گئے، ایسے بھی انقلاب تھے

ساتھ وہ ایک رات کا، چشم زدن کی بات تھا
پھر نہ وہ التفات تھا، پھر نہ وہ اجتناب تھے

ربط کی بات اور ہے، ضبط کی بات اور ہے
یہ جو فشارِ خاک ہے، اِس میں کبھی گلاب تھے

اَبر برس کے کھُل گئے، جی کے غُبار دُھل گئے
آنکھ میں رُونما ہُوئے، شہر جو زیرِ آب تھے

دَرد کی رہگزار میں، چلتے تو کس خمار میں
چشم کہ بے نگاہ تھی، ہونٹ کہ بے خطاب تھے

۱۹۷۵ء

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

○

شبِ فراق کی خوشبو غروبِ شام میں تھی
زمین دنگ، ستاروں کے ازدحام میں تھی

ہمیں خود اپنے تجسّس سے ہیں گلے کیا کیا
وہ بات اُس میں نہیں تھی جو اُس کے نام میں تھی

تجھے تلاش نا جیسے اُفق کو چھونا تھا!
وہی سفر میں تھی حالت کہ جو قیام میں تھی

نگاہِ خاص جو ہوتی تو دیکھتا کوئی
وہ ایک بات جو تیری نگاہِ عام میں تھی

تمام رنگ اُڑے جا رہے تھے اُس کی طرف
عجب طرح کی کشش آفتابِ شام میں تھی

چمک رہا تھا ہواؤں کی آستیں پہ لہو
اِدھر زمین بہاروں کے اہتمام میں تھی

یہ کس نے لوٹ لیے قافلے ستاروں کے
سحر کی تیغ تو امجد ابھی نیام میں تھی

۱۹۷۵ء

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

○

کس قدر زخم زخم چہرا ہے
چاند بھی آدمی سا لگتا ہے

اِس کے دل میں بھی چور ہے شاید!
وہ بھی نظریں جُھکا کے گزرا ہے

اِس طرف میں ہُوں اُس طرف تُم ہو
بیچ میں زندگی کا میلا ہے

زر کی افراط ہو گئی ہے بہت
ہر گھڑی دِل کا بھاؤ گرتا ہے

جیسے سچ مُچ اُسے بہت غم ہو
اِس طرح اُس نے حال پُوچھا ہے

اِس قدر مہربان ہے دُنیا
زندہ رہنا عذاب لگتا ہے

تم نے اچھا کیا جو لَوٹ آئے
بارشوں کے سفر میں خطرہ ہے

(ق)

اِس قدر قرض ہے محبّت کا
سوچتا ہُوں تو ہول اُٹھتا ہے

عشق کے واجبات کیسے دُوں!
تم نے کیا میرے پاس چھوڑا ہے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

(ق)

اتنے مصروف ہو گئے ہیں ہم
وقت ٹھہرا ہُوا سا لگتا ہے

آرزو ، ماورائے وقت نہیں
مِل بھی جاؤ اگر ، تو اَب کیا ہے!

کٹ کے نخلِ فلک سے اے امجد
تارا کِھلتا ہے یا بکھرتا ہے ؟

۱۹۷۵ء

○

گُزر گیا جو زمانہ اُسے بھُلا ہی دو
جو نقش بن نہیں سکتا اُسے مِٹا ہی دو

کھُلے گا ترکِ تعلّق کے بعد بابِ فنا
یہ ایک آخری پردہ بھی اَب اُٹھا ہی دو

رُکی رُکی سی ہَوا ہے تھکا تھکا ہے چاند
وفا کے دشت میں حیراں کھڑے ہیں راہی دو

گُزر رہا ہے جو لمحہ اسے امر کر لیں
میں اپنے خُون سے لکھتا ہُوں ، تم گواہی دو

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

کسی طرح سے تغافل کا بابِ شک تو کھلے
نہیں میں پیار کے قابل تو کچھ سزا ہی دو

میں کائنات کو غم سے نجات دے دوں گا
مری گرفت میں اِک دن اگر تباہی دو

۱۹۷۴ء

رواں دواں ہے سفر، پیش و پس نہیں معلوم
قفس میں رہتے ہیں، حدِّ قفس نہیں معلوم

ملوں تو تا بہ ابد اس کو چومنا چاہوں
کہاں بچھڑتے ہیں عشق و ہوس، نہیں معلوم

سکوتِ شام میں زنجیر سی چھنکتی ہے
یہ سانس ہے کہ صدائے جرس، نہیں معلوم

نشاطِ وصل کا لمحہ عجیب لمحہ تھا
کہاں رہا ہوں میں اِتنے برس، نہیں معلوم

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

زمیں کی قید میں مَیں ہُوں، یہ میری قید میں ہے
کہاں پہ گھر ہے، کہاں ہے قفس، نہیں معلُوم!

زمیں کے رنگ تھے جتنے، فنا پذیر ہُوئے
جلی ہے کِس لیے شمعِ نفس، نہیں معلُوم

ٹپک رہا ہے سماعت میں کچھ نہ کچھ امجدؔ
غمِ حیات کا سَم ہے کہ رَس، نہیں معلُوم

۱۹۷۴ء

○

وہی ہے دَرد کا عالم اُسے بُھلا کر بھی
مِرے قریب ہی نِکلا وہ دُور جا کر بھی

پیئے ہیں سات سمندر مگر وُہی ہے پیاس
نگاہ بھرتی نہیں ہے کسی کو پا کر بھی

الگ الگ سہی دُنیا کا اور دوست کا غم
کبھی یُونہی ذرا دیکھو انھیں مِلا کر بھی

عجیب قحط پڑا اَب کے سال اشکوں کا
کہ آنکھ تر نہ ہُوئی خُون میں نہا کر بھی

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

ہر ایک شے تری رحمت کے گیت گاتی ہے
اگر ہے سچ تو کبھی اے مرے خُدا، کر بھی

فنا کا عکس ہے شبنم میں، گُل کا عکس نہیں
نگاہ کر کبھی اِس آئینے میں آ کر بھی

زمیں کا سانس رُکا ہے ترے اشارے پر
کبھی تو دیکھ اِدھر اِک نظر اُٹھا کر بھی

بگولے رقص کو اُٹھے، ہَوا نے تالی دی
سکون مل نہ سکا بستیوں سے جا کر بھی

ہر ایک قید کی کوئی اخیر ہے امجد
نفس کو خاک کے جادُو سے اَب رِہا، کر بھی!

۱۹۷۴ء

رُتوں کے ساتھ دِلوں کی وہ حالتیں بھی گئیں
ہَوا کے سنگ ہَوا کی امانتیں بھی گئیں

ترے کہے ہُوئے لفظوں کی راکھ کیا چھیڑیں
ہمارے اپنے قلم کی صداقتیں بھی گئیں

جو آئے جی میں پُکارو مجھے، مگر ہے یُوں
کہ اُس کے ساتھ ہی اُس کی محبّتیں بھی گئیں

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

عجیب موڑ پہ ٹھہرا ہے قافلہ دل کا
سکون ڈھونڈنے نکلے تھے وحشتیں بھی گئیں

یہ کیسی نیند میں ڈوبے ہیں آدمی امجد
کہ ہار تھک کے گھروں سے قیامتیں بھی گئیں

○

چپکے چپکے ہی اثر کرتا ہے
عشق کینسر کی طرح بڑھتا ہے

رات کے پچھلے پہر تاروں میں
ایک ہنگامہ مچا رہتا ہے

گھر سے بھاگے ہوئے بچے کی طرح
دل سرِ شہرِ وفا تنہا ہے

خواب میں جس سے پریشان تھے ہم
آنکھ کھولی تو وہی نقشہ ہے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

ق

کون سُنتا ہے کسی کی بپتا
سب کے ماتھوں پہ یہی قصّہ ہے

کوئی ڈرتا ہے بھری محفل میں
کوئی تنہائی میں ہنس پڑتا ہے

یہی جنّت ہے یہی ہے دوزخ
اور دیکھو تو یہی دُنیا ہے

سب کی قسمت میں فنا ہے جب تک
آسمانوں پہ کوئی زندہ ہے

وہ خُدا ہے تو زمیں پر آئے
حشر کا دن تو یہاں برپا ہے

سانس روکے ہُوئے بیٹھو امجدؔ
وقت دُشمن کی طرح چلتا ہے

۱۹۷۴ء

○

نہ آسماں سے نہ دُشمن کے زور و زر سے ہُوا
یہ معجزہ تو مرے دستِ بے ہُنر سے ہُوا

قدم اُٹھا ہے تو پاؤں تلے زمیں ہی نہیں
سفر کا رنج ہمیں خواہشِ سفر سے ہُوا

میں بھیگ بھیگ گیا آرزو کی بارش میں
وہ عکس عکس میں تقسیم چشمِ تر سے ہُوا

سیاہی شب کی نہ چہروں پہ آ گئی ہو کہیں
سحر کا خوف ہمیں آئنوں کے ڈر سے ہُوا

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

کوئی چلے تو زمیں ساتھ ساتھ چلتی ہے
یہ راز ہم پہ عیاں گردِ رہگزر سے ہُوا

ترے بدن کی مہک ہی نہ تھی تو کیا رُکتے
گزر ہمارا کئی بار یُوں تو گھر سے ہُوا

کہاں پہ سُوئے تھے امجد کہاں کھُلیں آنکھیں
گماں قفس کا ہمیں اپنے بام و دَر سے ہُوا

۱۹۷۴ء

○

جو دوست ہی نہ رہا، اُس سے اب گِلہ کیا ہے!
مرے خُدا! یہ محبّت کا سِلسلہ کیا ہے!

چلو تو سیل کی صُورت نظر جُھکا کے چلو
بلند و پست جو دیکھے وہ حوصلہ کیا ہے!

صدائے نکہتِ غنچہ! کہیں قیام تو کر
پتہ چلے تو سہی کچھ معاملہ کیا ہے!

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

کِرن کِرن اُسے ڈھونڈا، صَدف صَدف دیکھا
اگر ہے سعیِ مُسلسل کا کچھ صِلہ، کیا ہے؟

وہ شخص جا بھی چُکا ہے، بہار ہو بھی چُکی
مگر یہ پھُول سرِ شاخِ دِل، کِھلا کیا ہے!

۱۹۷۴ء

○

سانسوں میں اشتعال سا آیا ہُوا تو ہے
موسم شبِ وصال سا آیا ہُوا تو ہے

بیٹھے بٹھائے سُرخ ہُوئے کان کِس لیے!
دل میں کوئی خیال سا آیا ہُوا تو ہے

لکھتے ہیں آستینِ ہَوا پر کہانیاں
ہاتھوں میں یہ کمال سا آیا ہُوا تو ہے

کاخِ بلند بام کو شاید خبر نہیں
بُنیاد میں زوال سا آیا ہُوا تو ہے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

ڈرتا ہوں آسمان کا جادُو نہ ٹوٹ جائے
کب تک کوئی سوال سا آیا ہُوا تو ہے
امجد جُدائیوں کی یہ تمہید تو نہیں
لہجوں میں پھر ملال سا آیا ہُوا تو ہے

○

نکل کے حلقۂ شام و سحر سے جائیں کہیں
زمیں کے ساتھ نہ مل جائیں یہ خلائیں کہیں!

سفر کی رات ہے پچھلی کہانیاں نہ کہو!
رُتوں کے ساتھ پلٹتی ہیں کب ہوائیں کہیں!

فضا میں تیرتے رہتے ہیں نقش سے کیا کیا!
مجھے تلاش نہ کرتی ہوں یہ بلائیں کہیں!

ہوا ہے تیز، چراغِ وفا کا ذکر تو کیا
طنابیں خیمۂ جاں کی نہ ٹوٹ جائیں کہیں!

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

میں اوس بن کے گِل حرف پر چمکتا ہُوں
نکلنے والا ہے سُورج، مجھے چھُپائیں کہیں!

مرے وُجود پہ اُتری ہیں نقطہ کی صُورت
بھٹک رہی تھیں خلاؤں میں یہ صدائیں کہیں

ہَوا کا لمس ہے پاؤں میں بیڑیوں کی طرح
شفق کی آنچ سے آنکھیں پگھل نہ جائیں کہیں!

رُکا ہُوا ہے ستاروں کا کارواں امجد
چراغ اپنے لہُو سے ہی اَب جلائیں کہیں

۱۹۷۳ء

○

بام و دَر سے ہی بات کی جائے
رائیگاں کیوں یہ رات کی جائے!

پیاس پھر بستیوں میں اُتری ہے
گفتگوئے فُرات کی جائے

پتّھروں سے خطاب کیا کیجے
آدمی ہوں تو بات کی جائے

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

یا تو ترتیب دیں ستاروں کو
ختم یا کائنات کی جائے

آسماں دھم سے آگرے نیچے
خاک اگر بے صفات کی جائے

صبح کی آس ہے نہ شام کا غم
جیسے زنداں میں رات کی جائے

توڑ دیں جال چاند تاروں کا
کوئی شکلِ نجات کی جائے

دسترس کے حصار سے آگے
سیرِ ناممکنات کی جائے

خاک کو خاک ہی میں ملنا ہے
کیوں خلاؤں کی بات کی جائے

مٹھیاں کھل رہی ہیں غنچوں کی
کچھ سبیلِ ثبات کی جائے

خاک کا سحر ٹوٹتا ہو جب
کیا بھری کائنات کی جائے!

۱۹۷۳

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

○

آنکھوں میں بازدید کا ارمان رہ گیا
کیا چاند تھا کہ ہالۂ حرمان رہ گیا

خالی گھروں میں جس طرح آسیب سانس لے
دل میں کسی کا سایۂ پیمان رہ گیا

منظر جو دل پسند تھے، آگے نکل گئے
رستوں میں ایک دیدۂ حیران رہ گیا

آنکھوں پہ ہاتھ رکھ کے مسافر گزر گئے
چسپاں فصیلِ شہر پہ اعلان رہ گیا

زنجیرِ درد ٹوٹ گئی ہے، پہ قید ہوں
ہاتھوں میں ایک حلقۂ پیمان رہ گیا

ساحل کے ساتھ ساتھ چلا جا رہا تھا چاند
پہنچا جو پانیوں میں تو حیران رہ گیا

آئی بہار، باغ کی مٹی ہری ہوئی
امجد مگر وہ پیڑ کہ ویران رہ گیا

۱۹۷۳ء

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

○

مَیں بے نوا ہُوں، صاحبِ عزّت بنا مجھے
اے ارضِ پاک، اپنی جبیں پر سجا مجھے

جس پر رقم ہیں نقشِ کفِ پائے رفتگاں
اے عہدِ ناتمام، وہ رستہ دِکھا مجھے

میں حرف حرف لوحِ زمانہ پہ دَرج ہُوں
مَیں کیا ہُوں! میرے ہونے کا مطلب سکھا مجھے

یا مجھ کو اپنا چہرۂ منزل نما دِکھا
یا قیدِ صبح و شام سے کر دے رِہا مجھے

میں موجِ شوقِ خام تھا لیکن ترے طفیل
دریا بھی اپنے سامنے قطرہ لگا مجھے

۱۹۷۲ء

○

ہر شخص کی خُوں رنگ قبا ہے کہ نہیں ہے!
یہ قتل گہہِ اہلِ وفا ہے کہ نہیں ہے!

محرومِ جواب آتی ہے فریاد فلک سے
ان ظُلم نصیبوں کا خُدا ہے کہ نہیں ہے!

اے قریۂ بے خوابِ تمنّا کے مکینو
اس راہ کا اُس کو بھی پتا ہے کہ نہیں ہے!

اِک ریت کا دریا سا اِدھر بھی ہے اُدھر بھی
صحرائے محبّت کا سِرا ہے کہ نہیں ہے!

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

آنکھوں کے لیے خواب ہیں شبنم کے لیے پھول
ہر چیز یہاں رشتہ بپا ہے کہ نہیں ہے!

اِک نسل کی تعزیر سہیں دُوسری نسلیں
اے منصفِ برحق، یہ ہُوا ہے کہ نہیں ہے!

بے رنگ ہُوئے جاتے ہیں آنکھوں کے جزیرے
طوفان کی یہ آب ہوا ہے کہ نہیں ہے!

امجد جو رُکا اس کی صدا پر، نہ چلا پھر
انسان کا دل کوہِ ندا ہے کہ نہیں ہے!

۱۹۷۲ء

یہ دشتِ ہجر، یہ وحشت، یہ شام کے سائے
خُدا یہ وقت تری آنکھ کو نہ دکھلائے!

اُسی کے نام سے لفظوں میں چاند اُترے ہیں
وہ ایک شخص کہ دیکھوں تو آنکھ بھر آئے

جو کھو چکے ہیں اُنھیں ڈھونڈنا تو ممکن ہے
جو جا چکے ہیں اُنھیں کوئی کس طرح لائے!

کلی سے میں نے گُلِ تر جسے بنایا تھا
رُتیں بدلتی ہیں کیسے، مجھے ہی سمجھائے

جو بے چراغ گھروں کو چراغ دیتا ہے
اُسے کہو کہ مرے شہر کی طرف آئے

یہ اضطرابِ مسلسل عذاب ہے امجد
مرا نہیں تو کسی اور ہی کا ہو جائے!

۱۹۷۲ء

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

چاند کے ساتھ کئی درد پرانے نکلے
کتنے غم تھے جو ترے غم کے بہانے نکلے

فصلِ گل آئی، پھر اک بار اسیرانِ وفا
اپنے ہی خون کے دریا میں نہانے نکلے

ہجر کی چوٹ عجب سنگ تسکن ہوتی ہے
دل کی بے فیض زمینوں سے خزانے نکلے

عمر گزری ہے شبِ تار میں آنکھیں ملتے
کس اُفق سے مرا خورشید نہ جانے نکلے!

کوئے قاتل میں چلے جیسے شہیدوں کا جلوس
خواب یوں بھیگتی آنکھوں کو سجانے نکلے

دل نے اک اینٹ سے تعمیر کیا تاج محل
تو نے اک بات کہی، لاکھ فسانے نکلے

دشتِ تنہائیِ ہجراں میں کھڑا سوچتا ہوں
ہائے کیا لوگ مرا ساتھ نبھانے نکلے

میں نے امجد اسے بے واسطہ دیکھا ہی نہیں
وہ تو خوشبو میں بھی آہٹ کے بہانے نکلے

۱۹۷۲ء

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

○

ترکِ اُلفت کا بہانہ چاہے
وہ مُجھے چھوڑ کے جانا چاہے

آس کی خواب خیالی دیکھو
آگ پانی میں لگانا چاہے

کچھ نہیں اور تغافل ہی سہی
آرزو کوئی ٹھکانہ چاہے

وقت دیوار بنا بیٹھا ہے
وہ اگر لَوٹ بھی آنا چاہے

کوئی آہٹ تھی نہ سایا تھا
دل تو رُکنے کا بہانہ چاہے

میں وہ رستے کی سرائے ہُوں جسے
ہر کوئی چھوڑ کے جانا چاہے

دیکھنا دِل کی اذیت طلبی
پھر اُسی شہر کو جانا چاہے

۱۹۷۰ء

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

○

خزاں کے پھول کی صورت بکھر گیا کوئی
تجھے خبر نہ ہوئی اور مر گیا کوئی

دروں دریچوں میں خلقت دکھائی دیتی ہے
نواحِ سنگ میں آشفتہ سر گیا کوئی

ہوا نہ تھا پہ ہواؤں سا بے خبر تھا وہ
مجھے بٹھا کے سرِ رہ گزر، گیا کوئی

گریز میں وہ توجہ کا رنگ کیسا تھا!
اِس اِک سوال سے دامن کو بھر گیا کوئی

اسے گماں ہی نہ تھا جیسے میرے ہونے کا
مرے قریب سے یوں بے خبر گیا کوئی

غمِ حیات کے رستے عجیب تھے امجد
کس نے رُک کے نہ دیکھا، کدھر گیا کوئی

۱۹۷۰ء

○

یہی بہت ہے کہ دل اس کو ڈھونڈ لایا ہے
کسی کے ساتھ سہی، وہ نظر تو آیا ہے

کروں شکایتیں، تکتا رہوں کہ پیار کروں!
گئی بہار کی صورت وہ لوٹ آیا ہے

وہ سامنے تھا مگر یہ یقیں نہ آتا تھا
وہ آپ ہے کہ مری خواہشوں کا سایا ہے!

عذاب دھوپ کے کیسے ہیں، بارشیں کیا ہیں!
فصیلِ جسم گری جب تو ہوش آیا ہے

میں کیا کروں گا اگر وہ نہ مل سکا امجد
ابھی ابھی مرے دل میں خیال آیا ہے

۱۹۷۰ء

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

○

پھول کو رنگ ستارے کو ضیا کس نے دی!
اے غمِ دل، ترے ہونٹوں کو نوا کس نے دی!

جی اُسے دیکھ کے کیوں آج بھرا آتا ہے
شعلۂ عرضِ تمنا کو ہَوا کس نے دی!

دِل کے دریا میں گیا جو بھی، وہیں ڈُوب گیا
یہ مگر دھیان کی گلیوں سے صدا کس نے دی!

اپنی ہی شکل ہے، جس سمت نظر پڑتی ہے
شہرِ آئینہ میں آنکھوں کو سزا کس نے دی!

ہُو بہُو اس کی ہی آواز لگی ہے! دیکھو
وادیٔ سنگ میں امجدؔ یہ ندا کس نے دی!

○

اوروں کا تھا بیان تو موجِ صدا رہے
خُود عمر بھر اسیرِ لبِ مُدّعا رہے

مثلِ حباب بحرِ غمِ حادثات میں
ہم زیرِ بارِ منّتِ آب و ہَوا رہے

میں اُس سے اپنی بات کا مانگوں اگر جواب
لہروں کا پیچ و خم وہ کھڑا دیکھتا رہے

۱۹۷۰ء

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

ق

گلشن میں تھے تو رونقِ رنگِ چمن بنے
جنگل میں ہم امانتِ بادِ صبا رہے
سُرخی بنے تو خونِ شہیداں کا رنگ تھے
روشن ہُوئے تو مشعلِ راہِ وفا رہے
اُبھرے تو ہر بھنور کا جگر چاک کر گئے
ٹھہرے تو موج موج کو اپنا بنا رہے

امجدؔ درِ نگار پہ دستک ہی دیجیے
اس بے کراں سکوت میں کچھ غلغلہ رہے

○

گفتگو میں یک بیک تبدیلیٔ آواز کیا!
خامشی میری ہے میرے درد کی غماز کیا؟
دشت میں سیلاب ہے اور شہر ہیں تشنہ دہن
دوستو، دیدۂ ور، اِس بات میں ہے راز کیا؟
آدمی کیا، اَب تو چلتے ہیں در و دیوار بھی
بھا گیا شہروں کو تیری چال کا انداز کیا؟
اِس جہانِ کور و کژ میں خاک ہے عرضِ ہُنر
کیا دلِ اُلفت چشیدہ، رنگ کیا، آواز کیا؟
یہ زمینیں بے ثمر ہیں، راستے بے نُور ہیں
کیا ہَوائے موسمِ گل اور چشمِ باز کیا؟
جس طرف چاہو، چلو امجدؔ، ہَوائے شوق میں
کاروانِ بے جہت کے واسطے آغاز کیا!

۱۹۶۹ء

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

عشّاق نہ پتھر نہ گدا کوئی نہیں ہے
اب شہر میں سایوں کے سوا کوئی نہیں ہے

بچھڑے ہُوئے لوگوں کا پتہ کون بتائے
رستوں میں بجز بادِ بلا کوئی نہیں ہے

میں اپنی محبّت میں گرفتار ہُوا ہُوں
اِس دَرد کی قسمت میں دَوا کوئی نہیں ہے

بے بار چلا اب کے برس موسمِ گُل بھی
اُس پھُول کے کھلنے کی اَدا کوئی نہیں ہے

ہر آنکھ میں افسوس نے جالے سے تنے ہیں
ماحول کے جادُو سے رہا کوئی نہیں ہے

امجد یہ مِرا دل ہے کہ صحرائے بلا ہے
مدّت سے یہاں آیا گیا کوئی نہیں ہے

۱۹۶۹ء

ہم ہی آغازِ محبّت میں تھے اَنجان بہت
ورنہ نکلے تھے ترے وصل کے عُنوان بہت

آئنہ خانۂ حیرت ہے کہ آسیب ہے وہ
آنکھ میں رہ کے بھی کرتا ہے پریشان بہت

دل بھی کیا چیز ہے اَب پا کے اُسے سوچتا ہے
کیا اِسی واسطے چھانے تھے بیابان بہت

اے غمِ عشق، مِری آنکھ کو پتھر کر دے
ہیں مِرے سر پہ ترے اور بھی احسان بہت

فاصلے راہِ تعلّق کے مٹیں گے کیوں کر
حسن پابندِ اَنا، عشق تن آسان بہت

اس کو بھی لگ ہی گئی شہرِ محبّت کی ہَوا
وہ بھی امجد ہے کئی دن سے پریشان بہت

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

خواب نگر ہے آنکھیں کھولے دیکھ رہا ہُوں
اُس کو اپنی جانب آتے دیکھ رہا ہُوں

کس کی آہٹ قریہ قریہ پھیل رہی ہے
دیواروں کے رنگ بدلتے دیکھ رہا ہُوں

کون مرے جادو سے بچ کر جا سکتا ہے!
آئینہ ہُوں، سب کے چہرے دیکھ رہا ہُوں

دروازے پر تیز ہواؤں کا پہرا ہے
گھر کے اندر چُپ کے سائے دیکھ رہا ہُوں

جیسے میرا چہرہ میرے دُشمن کا ہو
آئینے میں خُود کو ایسے دیکھ رہا ہُوں

منظر منظر ویرانی نے جال تنے ہیں
گلشن گلشن بکھرے پتّے دیکھ رہا ہُوں

منزل منزل ہَول میں ڈُوبی آوازیں ہیں
رستہ رستہ خوف کے پہرے دیکھ رہا ہُوں

شہرِ سنگدلاں میں امجد ہر رستے پر
آوازوں کے پتّھر چلتے دیکھ رہا ہُوں

۱۹۶۹ء

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

(نذرِ غالب)

○

دیکھتا رہتا ہُوں مَیں جو کچھ پریشانی کرے
فیصلے جب دل کے ہوں تو کیا ہُنر دانی کرے!

آنکھ میں منظر کا حالا، کان میں گردِ صدا
دشت کا ماحول پیدا خانہ ویرانی کرے

آرزو خُود اپنے خُوں سے انجمن پرداز ہے
دل بہر قیمت فروغِ جلوہ سامانی کرے

ایک تو اس کی نگاہوں نے کیا بے دست و پا
اس پہ یہ مشکل کہ اپنا دل بھی من مانی کرے

سامنے آیا ہے تو میرے رگ و پے میں اُتر
میں تو آئینہ نہیں جو صرف حیرانی کرے

کیا کہوں امجدؔ ہوائے اضطرابِ دید کو
دشتِ دل کو ایک پل میں شبنمستانی کرے

○

ہر قدم گریزاں تھا، ہر نظر میں وحشت تھی
مصلحت پرستوں کی رہبری قیامت تھی

منزلِ تمنّا تک کون ساتھ دیتا ہے!
گردِ سعیِ لاحاصل ہر سفر کی قسمت تھی

آپ ہی بگڑتا تھا، آپ من بھی جاتا تھا
اس گریز پہلُو کی یہ عجیب عادت تھی

اُس نے حال پُوچھا تو یاد ہی نہ آتا تھا
کس کو کس سے شکوہ تھا، کس سے کیا شکایت تھی!

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

دشت میں ہواؤں کی بے رُخی نے مارا ہے
شہر میں زمانے کی پُوچھ کچھ سے وحشت تھی

☆

یُوں تو دن دہاڑے بھی لوگ لُوٹ لیتے ہیں
لیکن اُن نگاہوں کی اور ہی سیاست تھی

ہجر کا زمانہ بھی کیا غضب زمانہ تھا
آنکھ میں سمندر تھا، دھیان میں وہ صُورت تھی

۱۹۶۹ء

O

کون سی منزل پہ لے آئی اکائی ذات کی
ٹوٹ جاؤں گا اگر میں نے کسی سے بات کی

ٹُوٹتی کلیوں کے ماتم میں ہَوا روتی رہی
پھُول کے چہرے پہ لکھی ہے کہانی رات کی

ڈس گئیں میرے بدن کو رینگتی تنہائیاں
کھا گئیں اِس کو بلائیں گردشِ حالات کی

بند ہے آنکھوں میں منظر اس کے جاتے وقت کا
نقش ہے تصویر دل پر کپکپاتے ہاتھ کی

خامشی گویا ہُوئی، منظر زبانیں بن گئے
کب مجھے کچھ ہوش تھا کب اُس نے کوئی بات کی!

۱۹۶۸ء

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

○

دامِ خوشبو میں گرفتارِ صبا ہے کب سے
لفظ اظہار کی اُلجھن میں پڑا ہے کب سے

اے کڑی چُپ کے در و بام سجانے والے!
منتظر کوئی سرِ کوہِ ندا ہے کب سے

چاند بھی میری طرح حُسن شناسا نکلا
اُس کی دیوار پہ حیران کھڑا کب سے

بات کرتا ہُوں تو لفظوں سے مہک آتی ہے
کوئی انفاس کے پردے میں چُھپا ہے کب سے

شعبدہ بازیٔ آئینۂ احساس نہ پُوچھ
حیرتِ چشم وہی شوخ قبا ہے کب سے

دیکھئے خُون کی برسات کہاں ہوتی ہے!
شہر پر چھائی ہُوئی سُرخ گھٹا ہے کب سے

کور چشموں کے لیے آئینہ خانہ معلوم!
ورنہ ہر ذرّہ ترا عکس نما ہے کب سے

کھوج میں کِس کی بھرا شہر لگا ہے امجد
ڈھونڈتی کِس کو سرِ دشت ہَوا ہے کب سے!

۱۹۶۸ء

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

رات میں اس کشمکش میں ایک پل سویا نہیں
کل میں جب جانے لگا تو اُس نے کیوں روکا نہیں

یوں اگر سوچوں تو اِک اِک نقش ہے سینے پہ نقش
ہائے وہ چہرہ کہ پھر بھی آنکھ میں بنتا نہیں

کیوں اُڑاتی پھر رہی ہے دربدر مجھ کو ہوا
میں اگر اِک شاخ سے ٹوٹا ہُوا پتّا نہیں!

درد کا رشتہ ہے یا ہے ساعتِ روزِ حساب
سینکڑوں لوگوں کو روکا ایک بھی ٹھہرا نہیں

شبنمی آنکھوں کے جگنو، کانپتے ہونٹوں کے پھول
ایک لمحہ تھا جو امجد آج تک گزرا نہیں

۱۹۶۶ء

بند تھا دروازہ بھی اور گھر میں بھی تنہا تھا میں
تُو نے کچھ مجھ سے کہا یا آپ ہی بولا تھا میں؟

یاد ہے اب تک مجھے وہ بدحواسی کا سماں
تیرے پہلے خط کو گھنٹوں چُومتا رہتا تھا میں

میری اُنگلی پر ہیں اب تک میرے دانتوں کے نشاں
خواب ہی لگتا ہے پھر بھی جس جگہ بیٹھا تھا میں

راستوں میں تیرگی کی یہ فراوانی نہ تھی
اس سے پہلے بھی تمھارے شہر میں آیا تھا میں

آج امجد خواب ہے میرے لیے جس کا خیال
کل اُسی کا ہاتھ تھامے گھومتا پھرتا تھا میں

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

سکوں محال ہے امجدؔ وفا کے رستے میں
کبھی چراغ جلے ہیں ہوا کے رستے میں؟

نجانے اب کے برس کھیتیوں پہ کیا گزرے
کئی پہاڑ کھڑے ہیں گھٹا کے رستے میں

قدم قدم پہ قدم لڑکھڑائے جاتے ہیں
بُتوں کے ڈھیر لگے ہیں خُدا کے رستے میں

جہانِ نو کو شعورِ مُسافرت دیں گے
ہم اپنے خُون سے شمعیں جلا کے رستے میں

دیارِ اہلِ محبت میں کس نے دی آواز
ہزار ساز بجے ہیں صدا کے رستے میں

سوائے دردِ محبت، بجُز غبارِ سفر
کوئی رفیق نہ پایا وفا کے رستے میں

۱۹۶۶ء

میں اَزل کی شاخ سے ٹوٹا ہُوا
پھر رہا ہُوں آج تک بھٹکا ہُوا

دیکھتا رہتا ہے مجھ کو رات دِن
کوئی اپنے تخت پر بیٹھا ہُوا

چاند تارے دُور پیچھے رہ گئے
میں کہاں پر آگیا اُڑتا ہُوا

بند کھڑکی سے ہَوا آتی رہی
ایک شیشہ تھا کہیں ٹوٹا ہُوا

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM

کھڑکیوں میں، کاغذوں میں، میز پر
سارے کمرے میں ہے وہ پھیلا ہُوا

اپنے ماضی کا سمندر چھانیے
اِک خزانہ ہے یہاں ڈوبا ہُوا

دوستوں نے کچھ سبق ایسے دیئے
اپنے سائے سے بھی ہُوں سہما ہُوا

کس کی آہٹ آتے آتے رُک گئی
کس نے میرا سانس ہے روکا ہُوا؟

۱۹۶۵ء

KUTUBISTAN.BLOGSPOT.COM